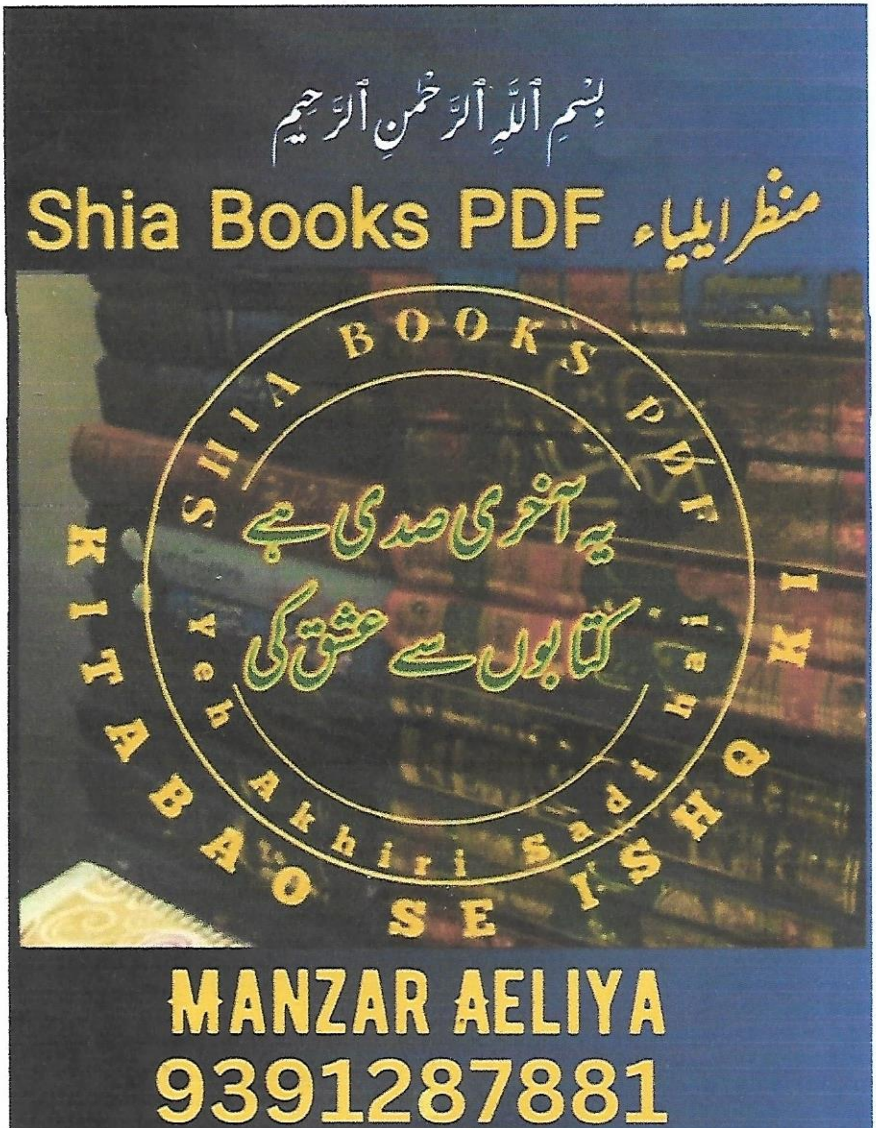

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ
Shia Books PDF منظر ایلیاء
SHIA BOOKS PDF
یہ آخری صدی ہے
کتابوں سے عشق کی
Yeh Akhiri Sadi hai
KITABAO SE ISHQ KI
MANZAR AELIYA
9391287881
HYDERABAD INDIA

شہادت

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سبطِ رسول علیہ السلام

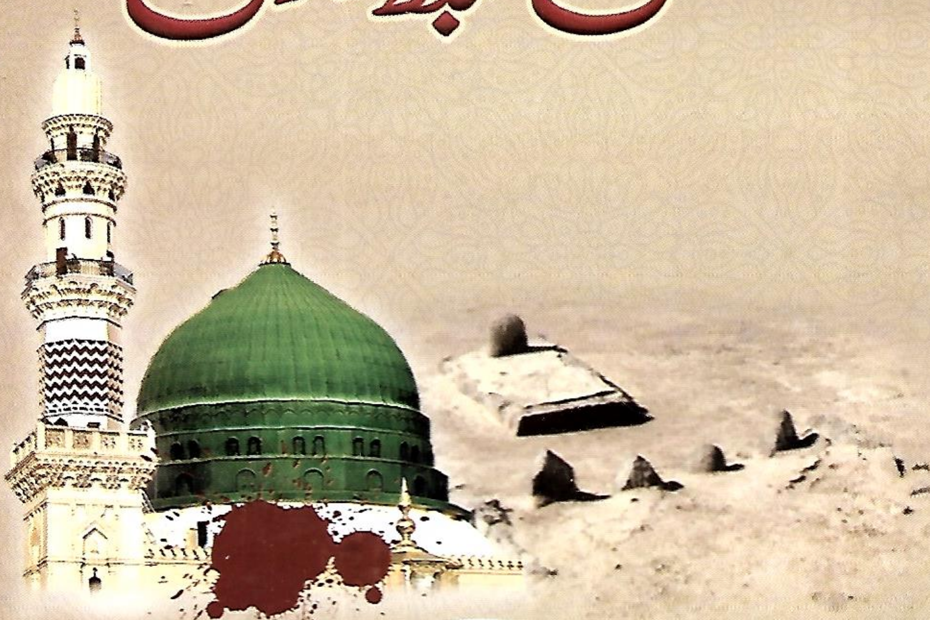

مولف

سید ابو الحسین زیدی حفظہ اللہ تعالیٰ

ناشر: اِبلاغِ مکتبِ اہل بیت علیہم السلام

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب: شہادت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وسبط رسول علیہ السلام

مولف: سید ابوالحسین زیدی حفظہ اللہ تعالیٰ

بار اشاعت: اول

سن اشاعت: 2022

ناشر: ابلاغِ مکتبِ اہلبیت علیہم السلام

ملنے کا پتہ

تمام بک سٹالز پر موجود ہے

انتساب

اس شہید کے نام جس کو شکم مادر میں ہی شہید کر دیا گیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے محبت کرو ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں اور مجھ سے محبت کرو اللہ کی محبت کے سبب اور میرے اہل بیت علیہم السلام سے میری محبت کی خاطر محبت کرو

جامع ترمذی، ابواب المناقب، رقم ۳۷۸۹

فہرست

ابتدائیہ	6
شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	8
یہودی خاتون کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا بیان	16
کیا مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا؟	39
کیا شیخین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازے میں شرکت کی؟	44
امام حسن علیہ السلام کی شہادت جعدہ، معاویہ اور یزید کے ہاتھوں زہر کے ذریعہ؟	75
جنازہ امام حسن علیہ السلام اور اموی سازش	97
اختتامیہ	135

ابتدائیہ

محترم قارئین! آپ کے ہاتھوں میں ہماری کتاب موجود ہے، یہ اس ادارہ کی دوسری تالیف ہے۔ پہلی تالیف "حضرت عمر اور عثمان کی وفات کے دن کا تعین" میں محقق العصر علامہ آفتاب حسین جوادی صاحب نے ماہ ذی الحج اور ماہ محرم میں مخالفین جو بدعات انجام دیتے ہیں، ان کا جائزہ لیا ہے۔ اس دوسری تالیف میں ادارہ نے اپنا رخ ماہ صفر کی طرف کیا اور اس مہینہ میں جن دو معصوم ہستیوں علیہم السلام کی شہادت ذکر کی جاتی ہے، ان کی شہادت کے عنوان سے کچھ خاص معروضات کو پیش کیا ہے۔ ہمارے معاشرے میں ایک عمومی لفظ رائج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے اور ہم سمجھتے ہیں لغت اور حتی شرع کے اعتبار سے بھی اس لفظ کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں، لیکن عرفی طور پر لفظِ وفات ایسے شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو طبیعی موت سے انتقال کر گیا ہو، یوں ایک اہم فضیلت جو اللہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کی، اس کا ہم انجانے میں انکار کر رہے ہوتے ہیں اور وہ فضیلت شہادت کی ہے۔ چنانچہ ہم نے اس فضیلت کے اثبات میں علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی رحمۃ اللہ علیہ کے مقالہ سے مدد لی ہے اور پھر جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کے بعد ان کے دفنانے کا مرحلہ آتا ہے تو

یہاں شیعان حیدر کرار مخالفین کے سامنے یہ دلیل رکھتے ہیں کہ شیخین (حضرت ابوبکر اور عمر) جنازہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر خلافت حاصل کرنے چلے گئے تھے، تو اس عنوان پر ہمارے مخالفین اس کا جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم نے ایک پوری بحث اس عنوان پر کی ہے کہ اس طعن کا ماخذ کیا ہے اور جو جواب مخالفین دیتے ہیں وہ قابل اعتناء ہیں یا نہیں؟ پھر یہ کتاب اپنا رخ شہادت امام حسن علیہ السلام کی جانب کرتی ہے، اور اس میں دو مباحث اہم ہیں کہ امام علیہ السلام کو شہید کرنے والے لوگ کون تھے اور کن کن حضرات نے شہادت امام علیہ السلام سے فائدہ اٹھایا۔ دوسری بحث جنازہ امام حسن علیہ السلام کے حوالہ سے کہ آپ کے جنازے کو اپنے جد امجد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر دفن کرنے سے کس نے روکا۔ غرض اس کتاب میں دو معصوم ہستیوںؑ کی شہادت سے ملحق بحث کو سامنے لایا گیا ہے تا کہ اس سے ان حضرات کی مظلومیت کا اظہار بھی ہو اور جو حقائق کتب کے اوراق میں چھپے ہوئے تھے، وہ سب کے سامنے ظاہر بھی ہوں۔

شہادت
رسول
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قرآن مجید میں خداوند متعال فرماتا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ [1]

اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو صرف ایک رسول ہیں، جن سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پلٹ جاؤ گے؟

درج بالا آیت میں کم از کم یہ امکان تو بہر حال موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کیا جا سکتا ہے۔ یہ آیت ان تمام دعوؤں پر پانی پھیر دیتی ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت کے اصلی سبب چھپانے کے حوالہ سے پیش کیے جاتے ہیں، اور اس پر مستزاد یہ کہ ایک سے زیادہ بار رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کی کوشش کی گئی تھی۔ اس سلسلہ میں کبھی مشرکین نے چاہا، کبھی یہودیوں نے چاہا اور کبھی بعض مسلمان کہلانے والوں نے چاہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل ہو جائیں۔ اب ہم ذیل میں ان دلائل کو نقل کرتے ہیں جو

---

[1] سورۃ آل عمران آیت 144

دشمنان اسلام کی ان مسلسل کوششوں پر دلالت کرتے ہیں۔

1۔ اگر ہم قریش کے عمومی سلوک کا جائزہ لیں تو دیکھا جاسکتا ہے کہ وہ شروع سے ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل چاہتے تھے۔ اس سلسلہ میں جب مشرکین کے اجتماعی مقاطعہ (سوشل بائیکاٹ) کی وجہ سے مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں پناہ لینی پڑی، تو اس گھاٹی میں (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کے لیے) حضرت ابو طالب علیہ السلام اکثر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سونے کی جگہ امیر المومنین علیہ السلام کو لٹاتے۔ چنانچہ اسی دوران امیر المومنین علیہ السلام نے ایک رات کہا کہ بابا میں قتل ہوجاؤں گا، تو حضرت ابو طالب علیہ السلام نے یہ اشعار کہے:

اصبر یا بنی، فالصبر أحجی *** کل حی مصیرہ لشعوب

قدر اللہ و البلاء شدید *** لفداء الحبیب و ابن الحبیب

(اے میرے بیٹے تم صبر سے کام لو اس لیے کہ صبر کرنا ہی زیادہ اولیٰ اور مناسب ہے جو شخص بھی نعمتِ حیات سے مالا مال ہے اسے لامحالہ موت کی جانب روانہ ہونا ہے۔ میں احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کیلئے بہر خدا پوری کوشش کروں گا، جو سرچشمہ ہدایت ہے جس کی تعریف وتوصیف کی جاتی ہے میں مدد کروں گا طفولیت کے دور میں بھی اور جوان ہو کر بھی میں کسی حال میں حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی نصرت وحمایت سے دُور

نہیں ہٹوں گا) [1]

2۔ شب ہجرت جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی گئی تو اس وقت امیر المومنین علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر سوئے تھے۔ دس قریشی قبیلوں سے دس مختلف افراد مامور تھے، جن کا کام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنا تھا۔ البتہ خدا نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار کی جانب چلے گئے، وہاں پر بھی اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصی حفاظت فرمائی۔

3۔ بنو نضیر قبیلہ کی جانب سے آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ [2]

4۔ منافقین نے عقبہ نامی گھاٹی میں رات کے اندھیرے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری کو بھڑکانا چاہا۔ اس سلسلے میں قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت حذیفہ (جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منافقین کے نام بتائے تھے) نے بعض نمایاں اور محترم سمجھے جانے والے افراد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ ابن حزم کے مطابق حضرت حذیفہ ان لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے جن کے بارے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (نفاق

---

[1] شرح نہج البلاغۃ للمعتزلی ج 14 ص 64 وما رواہ العامۃ من مناقب أهل البیت للشراونی ص 61و62 والدرجات الرفیعۃ ص 42.

[2] الصحیح من سیرۃ النبی الأعظم (صلی اللہ علیہ وآلہ) ج 8 ص 5040

کی) خبر دی تھی۔ (1)

5۔ خیبر میں رسول ﷺ کو زہر دیا گیا تھا۔

6۔ یہاں تک کہ مدینہ میں رسول ﷺ کو زہر دینے کی کوشش کی گئی تھی۔

اس تناظر میں ہم جب روایات کو دیکھتے ہیں تو وہ نہایت واضح ہیں اور رسول ﷺ کے قتل پر دلالت کرتی ہیں۔ درج ذیل روایات ملاحظہ فرمائیں:

پہلی روایت (اہل سنت کی کتب سے): ابن مسعود کہتے ہیں:

: لأن أحلف تسعاً : أن رسول الله (صلى الله عليه وآله) قتل قتلاً أحب إلي من أن أحلف واحدة.

وذلك أن الله سبحانه وتعالى، اتخذه نبياً، وجعله شهيداً

مجھے نو بار قسم کھانا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک بار قسم کھاؤں، کہ رسول ﷺ کو قتل کیا گیا ہے، اور وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو نبی بنایا اور آپ ﷺ کو شہید بھی قرار

(1) السيرة الحلبية ج3 ص143 ط دار التراث بيروت، وأسد الغابة ج1 ص468 ودلائل النبوة للبيهقي ج5 ص260 262 والمغازي للواقدي ج3 ص1042 1045 وإمتاع الأسماع ص477 ومجمع البيان ج3 ص46 وإرشاد القلوب للديلمي ص330 333 والمحلى ج11 ص225.

دیا۔ (1)

دوسری روایت: امام صادق علیہ السلام اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں:

أن الإمام الحسن (عليه السلام) قال لأهل بيته: إني أموت بالسم، كما مات رسول الله (صلى الله عليه وآله).

قالوا: ومن يفعل ذلك؟!..

قال: امرأتي جعدة بنت الأشعث (2)

امام حسن علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے ویسے ہی زہر دیا گیا ہے جیسے رسول ﷺ کو دیا گیا۔ گھر والوں نے پوچھا کس نے آپ کو زہر دیا؟ تو امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میری بیوی جعدہ بنت اشعث نے۔

تیسری روایت: عامر الشعبی (اہلسنت محدث اور عالم) کہتے ہیں:

قد سم رسول الله (صلى الله عليه وآله)، وسم أبو بكر

(1) طبقات ابن سعد ج2 ص201 وسبل الهدى والرشاد ج12 ص303 ودلائل النبوة للبيهقي ج7 ص172 والمستدرك على الصحيحين ج3 ص58 وصححه على شرط الشيخين، هو والذهبي في تلخيص المستدرك (مطبوع بهامشه)، وراجع فيض القدير للمناوي ج5 ص448 وطبقات ابن سعد ج2 قسم2 ص7 ط دار التحرير بالقاهرة سنة 1388هـ.

(2) مناقب آل أبي طالب ج3 ص25 والبحار ج44 ص153

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا اور ابوبکر کو بھی زہر دیا گیا۔ (1)

اسی طرح شیعہ علماء نے بھی یہی بات کہی ہے:

پہلا قول: شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

قبض (صلی الله علیه وآله) مسموماً یوم الاثنین للیلتین
بقیتا من الهجرة سنة عشر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال زہر دیے جانے کی وجہ سے پیر کے دن ہوا،
جب دوراتیں دسویں سال کے اختتام پر باقی تھیں۔ (2)

(عین ممکن ہے کہ یہاں شیخ طوسی ہجرت سے مراد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کو لے رہے ہوں، جو اعلان رسالت کے تیرہ سال بعد ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی) .

دوسرا قول: شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

قبض بالمدينة مسموماً

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال مدینہ میں زہر دیے جانے کی وجہ سے ہوا۔ (3)

تیسرا قول: علامہ حلی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب میں کچھ یہی فرمایا تھا۔ (4)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر کے ذریعہ شہید کرنے کی سازش کے عنوان سے سنی اور

---

(1) المستدرک علی الصحیحین ج 3 ص 59 وتلخیص المستدرک للذہبی بہامشہ.

(2) البحار ج 22 ص 514 وتہذیب الأحکام ج 6 ص 1.

(3) المقنعۃ ص 456

(4) منتہی المطلب ج 2 ص 887

شیعہ کتابوں میں بہت سی روایات آئی ہیں، اور وہ روایات دو حصوں میں منقسم ہیں:

اول: ایک یہودی خاتون نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا۔

دوم: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت بعض خواتین کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

یہودی خاتون کے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کا بیان

1۔ حضرت عائشہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس مرض میں جس میں آپ کا انتقال ہوا فرمایا:

إني أجد ألم الطعام الذي أكلته بخيبر ، فهذا أوان انقطاع أبهري من ذلك السم [1]

---

[1] المستدرک علی الصحیحین ج3 ص58، وتلخیص المستدرک للذہبی، وصححاہ علی شرط الشیخین، وذکر نحوہ عن تاویل مختلف الحدیث لابن قتیبۃ ص169 وراجع: تاریخ الخمیس 2/53 وکنز العمال ج11 ص466 وراجع ص467 ومجمع البیان ج9 ص121 و122 وفیہ: ما أزال أجد ألم الطعام.. وفی نص آخر: مازالت أکلۃ خیبر تعاودنی کل عام.. وراجع البحار ج21 ص6 و7 والمحلی ج11 ص25 و27 والمصنف للصنعانی ج11 ص29 وراجع: سبل الہدی والرشاد ج1 ص434 والبدایۃ والنہایۃ ج3 ص400 والکامل لابن عدی ج3 ص402 وطبقات ابن سعد ج2 قسم 2 ص32 ط دار التحریر بالقاہرۃ سنۃ 1388 ھ والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام المجلد الثانی ص338 سلسلۃ تراث الاسلام.

میں اب بھی اس کھانے کے درد کو محسوس کر رہا ہوں جو میں نے خیبر کے دن کھایا، اور اب وہ وقت آگیا ہے کہ اس زہر کی وجہ سے میری شہ رگ کٹ رہی ہے۔

2۔ ابوہریرہ سے روایت کہ جب خیبر فتح ہوا:

أهديت له (صلى الله عليه وآله) شاة فيها سم، فقال (صلى الله عليه وآله): إجمعوا من كان ههنا من اليهود، فجمعوا، فقال لهم: إني سائلكم عن شيء.. إلى أن قال: أجعلتم في هذه الشاة سماً؟

قالوا: نعم. قال: فما حملكم على ذلك؟!..

قالوا: أردنا إن كنت كاذباً أن نستريح منك، وإن كنت نبياً لم يضرك

یہودیوں نے بکرے کا گوشت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہاں جتنے بھی یہودی ہیں ان کو جمع کیا جائے۔ جب وہ جمع ہو گئے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے اس بکرے کے گوشت میں زہر ڈالا؟ تو ان سب نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بھلا ایسا کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو یہودیوں نے کہا کہ ہم چاہتے تھے کہ اگر آپ

جھوٹے ہیں تو ہماری جان آپ سے چھوٹے، اور اگر سچے نبی ہوئے تو پھر یہ زہر آپ کو نقصان نہیں پہنچائے گا۔ [1]

3۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

أن يهودية أتت النبي (صلى الله عليه وآله) ، بشاة مسمومة ، فأكل منها ، فجيء بها إلى رسول الله (صلى الله عليه وآله) فسألها عن ذلك ، فقالت : أردت لأقتلك . فقال (صلى الله عليه وآله) : ما كان الله ليسلطك على ذلك . أو قال : علي .. قالوا : ألا نقتلها ؟ قال (صلى الله عليه وآله) : لا . فما زلت أعرفها في لهوات رسول الله (صلى الله عليه وآله)

ایک یہودی خاتون رسول ﷺ کی خدمت میں زہر ملا ہوا بکرے کا گوشت لائی، تو رسول ﷺ نے اس میں سے تناول کیا۔ چنانچہ بعد میں اس کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا گیا تو رسول ﷺ نے ایسا کرنے کی وجہ پوچھی، اس یہودیہ نے کہا میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ رسول ﷺ نے کہا کہ خدا کبھی بھی تجھے اتنی قدرت نہ دے گا کہ تو مجھے قتل کر سکے۔ وہاں پر موجود لوگوں نے کہا کہ ہم اس کو قتل نہ کر دیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے کہا نہیں۔ چنانچہ میں اس زہر کا اثر رسول ﷺ

[1] المغازی للذہبی ص362 وسنن الدارمی ج1 ص33

کے مسوڑھوں میں مسلسل دیکھتا۔ [1]

4۔ سیرت ابن ہشام کے مطابق زینب بنت حارث نامی خاتون جو سلام بن مشکم کی بیوی تھی، نے رسول اللہ ﷺ کو زہر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فقط اس کو منہ کے اندر لے کر چبایا ہی تھا، پھر اس کو اگل دیا اور کہا کہ اس بکرے کی ہڈی نے مجھے کہا ہے کہ یہ زہر آلود ہے۔ رسول ﷺ کے ساتھ براء بن معرور تھے اور انہوں نے اس میں سے کچھ کھایا اور نگل لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس یہودیہ سے اس کا سبب پوچھا۔۔۔ (یہاں تک روایت چلتی ہے کہ) رسول ﷺ نے اس کو سزا نہیں دی اور بشر بن معرور اس کھانے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ [2]

ایک روایت کے مطابق جب بشر بن معرور وفات پا گئے تو رسول ﷺ نے قتل کرنے کا حکم دیا پس وہ قتل کی گئی اور ایک قول کی بنا پر اس کو صلیب پر مارا گیا۔

ایک روایت کے مطابق اس کو قتل کیا گیا اور پھر صلیب دی گئی۔ ایک قول کے مطابق چھوڑ دیا گیا پھر وہ اسلام لائی اور جب بشر وفات پا گئے تو بشر کے لواحقین کے حوالہ کر دی گئی جنہوں نے اس کو اس جرم کی پاداش میں قتل کیا، جیسے کہ امتاع الاسماع اور صحیح مسلم میں ہے۔ ابن اسحاق کے مطابق محدثین کا اجماع ہے کہ اس کو قتل کیا گیا

[1] المغازی للذہبی، وعن صحیح البخاری ج5 ص179 والمحلی ج11 ص26 وصحیح مسلم ج7 ص14 و15 کتاب السلام

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج3 ص337 تراث ال اسلام، وتاریخ الخمیس ج2 ص52

جبکہ مغلطائی کے مطابق اس کو قتل نہیں کیا گیا (1)۔ اور دارمی زہری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف کیا۔ (2)

5۔ کچھ روایات کے مطابق جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوالہ نگل چکے اور بشر بن معرور نے بھی جو منہ میں نوالہ لیا تھا نگل لیا، اور دیگر حضرات جو ادھر بیٹھے تھے وہ بھی کھانے لگے تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اپنے ہاتھوں کو اٹھالو۔ اس بکری کی ران یا دست کے گوشت نے آواز دی کہ یہ زہر آلود ہے۔ تو بشر نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نوازا، میں نے جو نوالہ لیا تھا اس میں اس زہر کا اثر پایا ہے۔ اور مجھے اس چیز نے مانع کیا کہ میں اس کو اگل دوں کہ آپ کا کھانا درمیان میں رک جاتا۔ البتہ جب میں نے کھالیا تو میں نے چاہا کہ آپ نہ کھائیں اور اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر آپ کی حفاظت کی۔ بشر اس جگہ سے نہیں اٹھے تھے کہ ان کا رنگ کالا ہوگیا زہر کے اثر سے۔۔۔ الخ (3)

(1) راجع فیما تقدم: السیرۃ الحلبیۃ ج3 ص55 و56 وراجع تاریخ الخمیس ج2 ص52 والمحلی ج11 ص26 و27 وطبقات ابن سعد ج2 قسم 2 ص7 ط دار التحریر والمغازی للواقدی ج2 ص678

(2) سنن الدارمی ج1 ص33

(3) السیرۃ الحلبیۃ ج3 ص45 وراجع: سنن أبی داود ج4 ص174 وطبقات ابن سعد ج2 قسم 2 ص7 ط دار التحریر والمغازی للواقدی ج2 ص677 و678 وتاریخ الخمیس ج2 ص52 عن الاکتفاء

6۔ ایک روایت کے مطابق جب یہودی خاتون نے بکرے کے گوشت میں زہر ملانے کا اعتراف کیا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ گوشت کی طرف بڑھایا اور کہا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھاؤ اور ان سب نے بسم اللہ پڑھ کر کھایا تو نتیجہ کے طور پر کسی کو بھی کوئی نقصان نہیں ہوا۔ (1)

7۔ ابو ہریرہ کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب سے وہ خیبر کا زہریلا کھانا کھایا ہے، ہر سال وہ میری طبیعت کو ناساز کرتا ہے یہاں تک کہ اس دفعہ میری شہ رگ کٹ گئی۔ (2)

المنتقی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس زہر شدہ کھانے کو چبایا اور پھر پھینک دیا، جبکہ بشر بن براء نے اس کو نگل لیا تو وہ اس ہی وقت وفات پاگئے، جبکہ ایک قول کے مطابق ایک سال کے اندر ان کی وفات ہوئی۔ (3)

8۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے روایت کی ہے کہ یہودی خاتون نے (اس جرم کرنے کے بعد) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کی اور وجہ بتائی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ، شوہر، چچا اور بھائی کو قتل کیا اور اس کی قوم کی توہین کی، اسی

(1) السیرۃ الحلبیۃ ج3 ص56

(2) وھو عرق مستبطن الصلب. [والظاھر: أنه ھو ما یعرف بالنخاع الشوکی] والأبھران یخرجان من القلب، ثم یتشعب منھما سائر الشرایین. أقرب الموارد ج1 ص64..

الجامع الصغیر عن ابن السنی، وأبی نعیم فی الطب. وفیض القدیر للمناوی ج5 ص448 ط دار المعرفۃ

(3) تاریخ الخمیس ج2 ص52

وجہ سے وہ انتقام لینا چاہتی تھی۔ [1]

9۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمان کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب نے بکرے کا زہر آلود گوشت کھایا، جس کی وجہ سے بشر بن براء وفات پا گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور سزا یہودی خاتون کو قتل کرنے کا حکم دیا جس کے بعد اس کو قتل کیا گیا۔ [2]

بالا سطور میں جن روایات کو نقل کیا گیا ہے ہم ان کی اسناد پر بات نہیں کریں گے، بلکہ کچھ ملاحظات کو پیش کرتے ہیں۔۔۔

پہلا نکتہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناسمجھ نہیں تھے کہ وہ کسی بھی یہودی خاتون کے ہدیہ کو قبول کرتے اور نہ فقط قبول کرتے بلکہ پھر اس میں سے کھاتے اور اپنے دیگر ساتھیوں کو بھی اس میں سے کھانے کا حکم دیتے۔ جب کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قوم پر فیصلہ کن ضرب لگا کر ابھی فارغ ہوئے ہی تھے۔ مزید یہ کہ اس کے شوہر سلام بن مشکم کو بھی قتل کیا تھا، بھائی کعب بن اشرف کو پہلے ہی قتل کر دیا تھا اور اسی طرح اس کے چچا و دیگر حضرات کو بھی قتل کیا تھا۔ ہر کوئی جانتا تھا کہ یہودیوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیسی غداری کی تھی اور پہلے بھی ایک سے زیادہ بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہودیوں کی ان تمام باتوں سے غافل نہ تھے کہ وہ اس طرح

---

[1] فتح الباری ج 10 ص 208

[2] طبقات ابن سعد ج 2 قسم 2 ص 6 و 7 ط دار التحریر بالقاہرۃ سنۃ 1388ھ

سے (ہدیہ قبول اور تناول کرنے کا) معاملہ رکھتے۔ اور اگر مان بھی لیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاملہ میں خاموش رہے یا کسی مصلحت کے تحت جان بوجھ کر تعرض نہ کیا تو یہ بات تو بہت زیادہ متوقع تھی کہ کوئی مسلمان سرے عام اس کھانے پر اعتراض کرتا، اور اس خوف کا اظہار کرتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! عین ممکن ہے یہ کھانا زہر آلود ہو۔

دوسرا نکتہ: جو شخص بھی ان روایات کا مطالعہ کرے گا وہ ان کو غیر مربوط پائے گا۔ مثال کے طور پر کچھ باتیں ملاحظہ ہوں:

1۔ کچھ روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ اس یہودی خاتون کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تسلط نہیں دے سکتا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر شدہ گوشت کھلائے، لیکن بعض دیگر روایات میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مرض الموت میں اس کھانے کی وجہ سے درد تھا بلکہ یہاں تک کہ آپ کی شہ رگ کٹنے تک کا ذکر ہے۔

2۔ کچھ روایات کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی خاتون کو قتل کر دیا، کچھ دیگر روایات کے مطابق معاف کر دیا تھا اور کچھ کے مطابق شروع میں معاف کیا لیکن بشر بن براء کے مرجانے کے بعد قتل کر دیا۔

3۔ بعض روایات کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کو نگلا نہیں تھا اور بعض کے مطابق نگل لیا تھا۔

4۔ کچھ روایات کے مطابق جس شخصیت نے وفات پائی اس کا نام بشر بن

براء تھا اور بعض کے مطابق بشر بن معرور تھا۔ (1)

5۔ ایک روایت کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام یہودیوں کو جمع کر کے ان سے اس زہر دینے کا اقرار لیا، جبکہ دیگر روایات کے مطابق الزام کا بار ان میں سے صرف ایک خاتون پر تھا۔

6۔ کچھ روایات کے مطابق کھانے والے صرف بشر بن براء تھے اور بعض دیگر روایات صحابہ کے ایک گروہ کو بھی کھانے میں شریک قرار دیتی ہیں۔

7۔ بعض روایات کے مطابق ابوطیبہ نامی بندے نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے سے روکا اور ایک روایت کے مطابق ابو ہند نامی بندے نے روکا۔

8۔ ایک روایت کے مطابق ایک گروہ نے اس کھانے کو کھایا اور بعض دیگر کے مطابق تین لوگوں نے کھانے کی طرف صرف ہاتھ بڑھایا تھا، لیکن کچھ کھایا نہیں۔

9۔ بعض روایات کے مطابق جب یہودی خاتون نے اعتراف جرم کیا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بسم اللہ پڑھ کر کھانے کو کہا جس کے بعد کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا، اور بعض کے مطابق نہیں کھایا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بشر کو ضرر پہنچی۔

تیسرا نکتہ: کیسے ہو سکتا ہے کہ جب بشر بن براء کو احساس ہو گیا کہ کھانے میں زہر ملا ہے تو اس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر نہ دی ہو؟ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا کہ وہ نوالہ چباتے رہیں یہاں تک کہ اس کھانے کو نگل لیں۔ کیا بشر کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول

(1) السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج3 ص337 تراث الاسلام، وتاریخ الخمیس ج2 ص52

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتقال نہیں کریں گے؟ یا وہ جانتا تھا کہ وہ انتقال کر جائیں اور وہ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہو جائے؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مارنا نہیں چاہتا تھا لیکن صرف حقیقت بتانے کے معاملہ میں خاموش رہا۔ تو کیوں خاموش رہا؟ کیا وجہ تھی؟

چوتھا نکتہ: کتنی عجیب بات ہے کہ روایت کے مطابق بشر اس چیز کو ناپسند کرتا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے میں مانع ہو۔ کیسا عجیب مرحلہ ہے کہ جس چیز کو کھانا نہیں چاہیے تھا، اس کے بتانے میں عار محسوس کر رہا تھا، جبکہ اس زہر کو کھا کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو جاتی۔

پانچواں نکتہ: بشر نے وہ نوالا کھایا ہی کیوں جس کے بارے میں خود جانتا تھا کہ یہ زہر آلود ہے۔ اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیسی دل جوئی ہے؟ صرف اس دل جوئی کے چکر میں خودکشی جائز تھی؟ اور اس سے کیا فائدہ ہوا؟

چھٹا نکتہ: حجامہ کو اس زہر کا علاج بتایا گیا۔ تو اگر ایسا ہی ہے تو دیگر سانپ کے ڈسنے میں یہ علاج فائدہ مند کیوں نہیں؟ یا اگر غلطی سے یا جانتے بوجھتے کوئی زہر کھا لے تو وہاں یہ علاج کارگر کیوں نہیں؟

ساتواں نکتہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ کہنا کہ اب میری شہ رگ کو یہ زہر کاٹ رہا ہے، تو کیا زہر کھانے سے شہ رگ کٹتی ہے؟ اور مزید عجوبہ یہ کہ اس واقعہ کو وقوع پذیر ہوئے سالوں گزر گئے ہوں۔

آٹھواں نکتہ: زینب بنت حارث نامی یہودی خاتون جس نے یہ زہر دینے کا کام انجام دیا، بعد میں اس نے معذرت کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے باپ، چچا، شوہر اور بھائی کو مارا تھا۔ اور اس کا بھائی مرحب تھا جس کو امیر المومنین علیہ السلام نے قلعہ سلالم میں مارا تھا، جو قموص کے بعد فتح ہوا۔ بلکہ یہ سب سے آخری قلعوں میں سے تھا[1]۔

جبکہ یہ زہر والے بکرے کے گوشت کی کہانی قلعہ قموص کی بتائی جاتی ہے۔ یہ تمام باتیں اس بات سے صرف نظر کرتے ہوئے مدنظر ہیں کہ کیا مرحب واقعی زینب کا بھائی بھی تھا یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں مرحب زینب کا چچا تھا[2]۔

نواں نکتہ: جب بشر کی وفات ہوگئی تو بعض روایات کے مطابق اس عورت کو پہلے قتل کیا گیا اور پھر اس کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ جبکہ ابوداؤد کی روایت کے مطابق اس کو صلیب ہی دی گئی[3] (جس کے نتیجہ میں یہ قتل ہوئی)۔ جبکہ اسلام میں صلیب دینا قتلکی سزا نہیں۔ بالخصوص اگر ہم ان روایات کو لیں جس میں لکھا ہے کہ رسول

---

[1] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ج3 ص347 والکامل فی التاریخ ج2 ص217 وراجع: تاریخ الخمیس ج2 ص50

[2] المغازی للذہبی ص437 ودلائل النبوۃ للبیہقی ج4 ص263 وامتاع الأسماع ج1 ص316

[3] السیرۃ الحلبیۃ ج3 ص56

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو معاف کیا۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کو قتل کرنے کی سزا قتل اور پھر صلیب دینا نہیں۔ اور یہ معاف کرنے والی روایت تو بہرحال اس روایت سے متعارض ہے جس میں بشر کا فوری مرنا یا ایک سال کے اندر مرنا مرقوم ہے۔

دسواں نکتہ: روایت کے مطابق انس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسوڑھوں میں اس بیماری کا اثر دیکھا کرتے تھے، جبکہ یہ مسوڑے تو منہ کے اندر کا حصہ ہیں، جو بظاہر نظر نہیں آتے۔ جب منہ کے اندر زہر کا نشان تھا تو کیا اصل زہر دیکھا کرتے تھے یا اس کے اثر سے زرد یا ہرا پن دیکھا کرتے تھے، یا کوئی اور چیز دیکھی جاتی تھی؟

گیارہواں نکتہ: المنتقی کی روایت کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ بشر نے وہ لقمہ کھایا جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُگل دیا تھا اور اس کو کھانے کے بعد وہ مرگیا۔ اس شخص نے ایسا کیوں کیا؟ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نوالہ کو اُگل دینا اور نہ کھانا کیا اس کے اچھے نہ ہونے پر دلالت نہیں؟ اور اگر مان لیا جائے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چبائے ہوئے نوالہ سے تبرک لینا اور ان کے لعاب دہن سے مستفید ہونا مقصود تھا، تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کھانے سے منع کیوں نہیں کیا، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتا چل گیا تھا کہ اس میں زہر قاتل ملا ہوا ہے۔

اب شیعہ روایات کی طرف آتے ہیں جو اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ ایک یہودی خاتون نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا تھا۔

1۔ امام حسن عسکری علیہ السلام سے منسوب تفسیر میں ایک روایت آئی ہے جس کا

خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خیبر سے واپسی ہوئی تو ایک یہودی خاتون، جو اپنے مومن ہونے کا اظہار کرتی تھی، ایک بکرے کی ران لئے آئی جو زہر آلود تھی۔ اس نے رسول ﷺ کو بتایا کہ اس نے نذر مانی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ براء بن معرور اور امام علی علیہ السلام تھے۔ رسول ﷺ نے روٹی طلب کی جو ان کے پاس لائی گئی۔ براء نے اس ران میں سے لقمہ لیا اور اپنے منہ میں رکھا تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ رسول ﷺ سے پہلے نہ کھاؤ۔ براء نے جواب دیا کہ گویا تم رسول ﷺ کو کنجوس سمجھ رہے ہو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے دوبارہ کہا کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول ﷺ سے پہلے کچھ کھائے یا پیے یا کچھ کہے یا کرے۔ براء نے پھر جواب دیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کنجوس نہیں سمجھتا ہوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ میری مراد یہ نہیں، یہ (ران) یہودی خاتون لائی ہے اور ہم اس کا حال نہیں جانتے، تو اگر تم رسول ﷺ کی اجازت کے بغیر کھاؤ گے تو اپنی جان کے خود ذمہ دار ہو گے۔ دریں اثناء براء نے لقمہ لے کر نگل لیا، اس وقت بکرے کی ران گویا ہوئی کہ میں زہر آلود ہوں اور براء سکرات الموت سے دوچار ہوا اور مر گیا۔ پھر رسول ﷺ نے اس یہودی خاتون کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ کیا ماجرہ ہوا۔ اس نے وہی جواب دیا جو ہم اہلسنت مصادر سے نقل کر چکے ہیں۔ رسول ﷺ نے اس خاتون کو کہا کہ اگر براء میرے حکم سے کھاتا تو زہر کا اثر نہ ہوتا۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاص ساتھیوں کو بلایا، جن میں سلمان، مقداد،

ابو ذر، صہیب، بلال، عمار اور دیگر اصحاب شامل ہیں اور امام علی علیہ السلام بھی وہیں پر تھے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے خدا سے دعا کی اور حکم دیا کہ اس زہر شدہ ران کو کھایا جائے تو اصحاب نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہوئے اور اس کے بعد پانی بھی پیا۔ خاتون کو قید کیا گیا یہاں تک کہ دوسرا دن آیا اور وہ اسلام لائی۔ رسول اللہ ﷺ نے براء پر اس وقت تک نماز نہیں پڑھی جب تک امام علی علیہ السلام نے آکر براء کو اس کلام سے پروانہ آزادی نہ دیا جو اس نے بکرے کا گوشت کھاتے ہوئے کیا تھا۔ براء کی اس زہر سے موت ہونا اس کے لئے کفارہ تھا۔ وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے کہا کہ براء تو حضرت علی علیہ السلام سے مذاق کر رہا تھا اور سنجیدہ نہ تھا، تو خدا کس طرح اسے سزا دے سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر براء سنجیدہ ہوتا تو خدا اس کے تمام اعمال کو ضائع کر دیتا، اگرچہ براء گلوخلاصی کے لئے زمین کی گہرائی سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک صدقہ بھی دیتا، تب بھی اسے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ البتہ چونکہ یہ ایک مذاق کی بات تھی، اسی وجہ سے براء کے لئے گلوخلاصی ہے۔ البتہ رسول اللہ ﷺ نہیں چاہتے کہ تم میں کوئی بھی یہ سوچے کہ امام علی علیہ السلام براء پر غصہ تھے، اسی لیے تم لوگوں کو ادھر حاضر کیا، اور براء کے لئے استغفار کیا تا کہ اللہ تعالیٰ سے قربت اور جنت میں رفعت میں اضافہ ہو۔ [1]

[1] البحار ج17 ص318 / 320 و396 والتفسیر المنسوب للإمام العسکری ص177 ومناقب آل أبي طالب ج1 ص128

خلاصہ یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خیبر سے واپسی ہوئی تو ایک یہودی خاتون، جو اپنے مومن ہونے کا اظہار کرتی تھی، ایک بکرے کی ران لئے آئی جو زہر آلود تھی۔ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا کہ اس نے نذر مانی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ براء بن معرور اور امام علی علیہ السلام تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روٹی طلب کی جو ان کے پاس لائی گئی۔ براء نے اس ران میں سے لقمہ لیا اور اپنے منہ میں رکھا تو امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نہ کھاؤ۔ براء نے جواب دیا کہ گویا تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کنجوس سمجھ رہے ہو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے دوبارہ کہا کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کچھ کھائے یا پیے یا کچھ کہے یا کرے۔ براء نے پھر جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کنجوس نہیں سمجھتا ہوں۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ میری مراد یہ نہیں، یہ (ران) یہودی خاتون لائی ہے اور ہم اس کا حال نہیں جانتے، تو اگر تم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت کے بغیر کھاؤ گے تو اپنی جان کے خود ذمہ دار ہو گے۔ دریں اثناء براء نے لقمہ لے کر نگل لیا، اس وقت بکرے کی ران گویا ہوئی کہ میں زہر آلود ہوں اور براء سکرات الموت سے دوچار ہوا اور مر گیا۔ پھر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس یہودی خاتون کو بلایا اور اس سے پوچھا کہ کیا ماجرہ ہوا۔ اس نے وہی جواب دیا جو ہم اہلسنت مصادر سے نقل کر چکے ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون کو کہا کہ اگر براء میرے حکم سے کھاتا تو زہر کا اثر نہ ہوتا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خاص ساتھیوں کو بلایا، جن میں سلمان، مقداد،

ابوذر، صہیب، بلال، عمار اور دیگر اصحاب شامل ہیں اور امام علی علیہ السلام بھی وہیں پر تھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا سے دعا کی اور حکم دیا کہ اس زہر شدہ ران کو کھایا جائے تو اصحاب نے کھایا یہاں تک کہ سیر ہوئے اور اس کے بعد پانی بھی پیا۔ خاتون کو قید کیا گیا یہاں تک کہ دوسرا دن آیا اور وہ اسلام لائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براء پر اس وقت تک نماز نہیں پڑھی جب تک امام علی علیہ السلام نے آ کر براء کو اس کلام سے پروانہ آزادی نہ دیا جو اس نے بکرے کا گوشت کھاتے ہوئے کیا تھا۔ براء کی اس زہر سے موت ہونا اس کے لئے کفارہ تھا۔ وہاں پر موجود کچھ لوگوں نے کہا کہ براء تو حضرت علی علیہ السلام سے مذاق کر رہا تھا اور سنجیدہ نہ تھا، تو خدا کس طرح اسے سزا دے سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر براء سنجیدہ ہوتا تو خدا اس کے تمام اعمال کو ضائع کر دیتا، اگرچہ براء گلوخلاصی کے لئے زمین کی گہرائی سے لے کر آسمان کی بلندیوں تک صدقہ بھی دیتا، تب بھی اسے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ البتہ چونکہ یہ ایک مذاق کی بات تھی، اسی وجہ سے براء کے لئے گلوخلاصی ہے۔ البتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں چاہتے کہ تم میں کوئی بھی یہ سوچے کہ امام علی علیہ السلام براء پر غصہ تھے، اسی لیے تم لوگوں کو ادھر حاضر کیا، اور براء کے لئے استغفار کیا تا کہ اللہ تعالیٰ سے قربت اور جنت میں رفعت میں اضافہ ہو۔ [1]

---

[1] البحار ج17 ص318 / 320 و396 والتفسیر المنسوب للإمام العسکری ص177 ومناقب آل أبي طالب ج1 ص128

2۔ ایک مزید روایت کے مطابق عبداللہ بن مشکم کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس بکرے کا زہر آلود گوشت لائی۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بشر بن براء بن عازب تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس گوشت کا ٹکڑا لیا اور چبایا اور پھر اگل دیا اور کہا کہ اس گوشت نے مجھے بتایا کہ یہ زہر آلود ہے۔ لیکن بشر نامی بندہ اس گوشت کو نگل چکا تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے یہودی خاتون سے جب دریافت کیا تو اس نے اس کا اقرار کیا کہ اس نے زہر ملایا تھا۔[1]

3۔ اصبغ کی روایت کے مطابق امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک یہودی خاتون تھی جس کا نام عبدہ تھا، اور یہودیوں نے اس سے کہا تھا کہ وہ ایسا (گوشت کو زہر آلود) کرے اور انہوں نے اس کے لئے راستہ ہموار کیا۔ تو اس نے بکرے کا گوشت لیا اور اس کو بھونا، پھر سرداروں کو اپنے گھر پر جمع کیا اور رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہا کہ اے محمد! آپ جانتے ہیں کہ میرا پڑوسی ہونے کا حق کیا ہے۔ میرے ہاں یہودیوں کے سردار مدعو ہیں تو میرے ہاں مزید زینت بخشیں، آپ اپنے ساتھیوں سمیت آئیں۔ رسول اللہ ﷺ، امام علی علیہ السلام، ابودجانہ، ابوایوب، سہل بن حنیف اور ایک جماعت مہاجرین کے ساتھ آئے۔ جب سب اندر آئے تو وہ بکرے کا گوشت لائی، تو یہودیوں نے اپنی ناک کو صوفی کپڑوں سے بند کیا، اور اپنے قدموں

---

[1] البحار ج 17 ص 408 وراجع ص 406 عن الخرائج والجرائح. وراجع: الخرائج والجرائح ج 1 ص 27 والخصائص الکبری ج 2 ص 6563

پر کھڑے ہوئے اور اپنی چھڑیوں کا سہارا لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے کہا کہ بیٹھو، اس پر یہودیوں نے جواب دیا کہ جب کوئی نبی ہماری زیارت کے لیے آئے تو ہم میں سے کوئی نہیں بیٹھتا۔ ہمیں یہ بات غیر مناسب معلوم ہوتی ہے کہ ہماری سانس کا ذرا سا حصہ اس کی جانب جائے جو اس کے لئے باعث اذیت ہو۔ اور امام علیہ السلام کہتے ہیں کہ یہودیوں نے جھوٹ بولا خدا کی لعنت ہو ان پر۔ اور ان کا ایسا کرنا صرف زہر سے بچنے اور اس کے بخارات سے بچنے کے لیے تھا۔ پھر روایت کہتی ہے کہ کس طرح اس بکرے کے دست نے کلام کیا اور عبدہ نامی یہودی خاتون سے رسول اللہ ﷺ نے پورے ماجرا پوچھا اور اس خاتون نے جواب دیا۔ پھر جبرائیل آئے اور دعا تعلیم کی، جس کو رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں نے پڑھا۔ پس پھر اس زہر شدہ بکرے کے گوشت کو کھایا اور پھر اس بعد ان کو حکم دیا کہ رک جائیں۔[1]

4۔ علی بن ابراہیم امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی خاتون نے رسول اللہ ﷺ کو بکرے کی ران میں زہر دیا۔ پھر روایت آگے چلتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو تناول کیا جتنا خدا نے چاہا، پھر وہ ران گویا ہوئی کہ میں زہر آلود ہوں، چنانچہ پھر نہیں کھایا گیا۔ اس زہر کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی طبیعت خراب ہوتی گئی یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔

---

[1] الأمالی للصدوق ص 135 والبحار ج 17 ص 395 و 396 عنہ. ومناقب آل أبی طالب ج 1 ص 128

5۔ابو بصیر کی امام صادق ع سے روایت ہے کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا، چنانچہ گوشت گویا ہوا اور کہا اے خدا کے رسول میں زہر آلود ہوں۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی موت کے وقت کہا کرتے تھے آج میری قوت ختم ہو رہی ہے اس کھانے کی وجہ سے جو میں نے خیبر کے دن کھایا تھا۔اور کوئی نبی یا وصی ایسا نہیں مگر یہ کہ اس کو شہید کیا گیا ہو۔[1]

جس طرح ہم نے اہلسنت روایات کی سند پر کلام نہیں کیا اگرچہ ان روایات کی سند میں کمزوریاں تھیں، اسی طرح یہاں بھی ہم اسناد روایات پر کلام کرنے سے پہلو تہی کریں گے، اور کچھ باتیں مناقشہ طور پر کہیں گے:

پہلی بات: پہلی روایت یہ کہتی ہے کہ براء بن معروز نے اس زہر آلود بکرے کا گوشت کھایا جب کہ براء بن معرور کا انتقال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل ہو گیا تھا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے براء کے جنازہ میں شرکت نہیں کی، بلکہ جب مدینہ پہنچے تو اس کی قبر کی زیارت کی۔ کہا گیا ہے کہ اس کی قبر پر آکر اس پر نماز پڑھی[2]۔ جبکہ خیبر کا واقعہ سات ہجری کا ہے۔ پس کس طرح براء زہر کھا کر مر سکتا ہے، جب

---

[1] بصائر الدرجات ص503 والبحار ج22 ص516 وج17 ص405 وإثبات الهداة ج1 ص604

[2] أسد الغابة ج1 ص174 والإصابة ج1 ص144 و145 والاستيعاب بهامشها ج1 ص136

کہ وہ کافی سالوں پہلے مر چکا تھا۔ بعض یہ توجیہ کر سکتے ہیں اصل متوفی بشر بن براء ہے، لیکن اس براء بن معرور کا نام آنا کافی روایات میں ہے۔ جو اس عذر کو قبول کرنے میں مانع ہے، کیونکہ عقلی طور پر ایسی غلطی اتنی زیادہ نہیں دہرائی جاتی ہے جیسا واضح ہے۔

دوسری بات: جن شیعہ روایات کو نقل کیا گیا ہے، وہ ایک دوسرے کے باہم مخالف ہیں اور اس پر دلائل درج ذیل ہیں:

1۔ تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے مطابق جو بندہ زہر کے اثر سے مرا وہ براء بن معرور ہے ، دیگر روایات کے مطابق بشر بن براء بن معرور اور تیسری روایت کے مطابق مرنے والا بشر بن براء بن عازب ہے۔

2۔ تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے مطابق جو بندہ مرا وہ نوالہ چباتا ہوا مرا تھا، جبکہ ایک روایت کہتی ہے کہ اس نے نوالہ نگلا تھا۔

3۔ کچھ روایات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ران میں سے کچھ نہیں کھایا اور ایک روایت کے مطابق لقمہ کو چبایا لیکن نگلا نہیں، اور کچھ کے مطابق جتنا اللہ نے چاہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنا اس میں سے کھایا۔

4۔ بعض روایات کے مطابق ران کا کہنا کہ وہ زہر شدہ ہے لقمہ کھانے سے قبل تھا، کچھ کے مطابق ران خود گویا ہوئی اس سے پہلے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھی کھانا شروع کرتے۔ بعض کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جتنا خدا نے چاہا

اس میں سے کھایا، پھر ران نے خبر دی کہ اس میں زہر ہے۔

5۔ بعض روایات کے مطابق یہ یہودی خاتون سلام بن مشکم کی بیوی تھی، لیکن الخرائج والجرائح کے مطابق عبداللہ بن مشکم کی بیوی تھی، اور جو مصادر ہمارے پاس موجود ہیں ان میں اس شخص کا نام ہی موجود نہیں۔

6۔ بعض روایات کے مطابق اس خاتون کا نام زینب ہے، جب کہ اصبغ کی امام علی علیہ السلام سے روایت کے مطابق اس خاتون کا نام عبدہ ہے۔

7۔ تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے مطابق یہ واقعہ مدینہ میں پیش آیا، جبکہ دیگر روایات کے مطابق یہ خیبر کا واقعہ ہے۔

8۔ کچھ روایات کے مطابق یہودی خاتون ران یا بکرے کا زہر آلود گوشت لائی تھی، لیکن اصبغ کی روایت کے مطابق اس یہودی خاتون نے بڑے سرداروں کا اجتماع اپنے گھر کروایا تھا، وہاں پر ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے زہر آلود بکرے کا گوشت پیش کیا۔

9۔ وہ خاتون ران لائی یا بکرے کا گوشت؟ روایات کا اس پر اختلاف ہے۔

اس کے علاوہ بھی مزید قابل غور نکات ہیں جو غور و فکر سے منکشف ہو سکتے ہیں۔

تیسری بات: تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے مطابق خود امیر المومنین علیہ السلام کہتے ہیں کہ ہمیں اس یہودی خاتون کا احوال کا معلوم نہیں۔ اب اگر اس کی بھیجی ہوئی چیز کے بارے میں شک ہے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شک کا اظہار کیوں

نہ کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جو افراد تھے ان کو منع کیوں نہیں کیا؟ بلکہ اس میں سے کھایا، جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ اس کے علاوہ اس لقمہ کو چبا کر پھر کھایا یا نہیں، اس بارے میں روایات میں اختلاف ہے۔

چوتھی بات: تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام کے مطابق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اچھے ساتھیوں کو بلایا اور ان کے نام ذکر کئے جن میں صہیب رومی کا ذکر بھی موجود ہے، حالانکہ یہ بندہ اچھا نہیں تھا اور اس نے امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی۔ جناب زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر پر حملہ اور امیر المومنین علیہ السلام کے حق کے غصب میں معاون تھا، بلکہ اہلبیت علیہم السلام سے دشمنی رکھنے والوں میں سے تھا۔ [1]

پانچویں بات: کس طرح ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اچھے ساتھیوں کو بلائیں کہ وہ بکرے کے گوشت میں سے کھائیں اور وہ پیٹ بھر کر کھائیں اور انہیں کچھ بھی نہ ہو۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بیس سال تک زندہ رہیں، اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی اس زہر کی وجہ سے چل بسیں۔ جیسے کہ روایات میں یہ بات لکھی ہے کہ تین سال بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس درد میں مبتلا ہوئے جو خیبر کے دن کھانا کھانے کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ اور ان کی شہ رگ کٹ رہی تھی اور بعض روایات تو یہاں تک کہتی ہیں کہ اس زہر کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت خراب ہوتی گئی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی۔

---

[1] قاموس الرجال ج5 ص137135 وغیرہ من کتب التراجم

چھٹی بات: تفسیر منسوب بہ امام حسن عسکری علیہ السلام میں ایک بہت خطرناک بات لکھی ہوئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے براء پر اس وقت تک نماز جنازہ نہیں پڑھی جب تک امام علی علیہ السلام نہ آجائیں، تاکہ امیر علیہ السلام ان کلمات کے عوض جو براء نے کہے اس کو آزاد کریں، اور براء کی موت ان کلمات کا کفارہ بنے۔ لیکن جب رسول اللہ ﷺ پر اعتراض ہوا کہ براء تو یہ بات از راہ مذاق کر رہا تھا اور خدا مذاق کے عوض کسی کی پکڑ نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ ﷺ گویا اپنی بات سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مذاق میں کہی تو پھر اس کی چھوٹ ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اپنے پہلے موقف سے ہٹتے ہوئے ان کے سامنے عذر کیا کہ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی یہ سمجھے کہ امام علی علیہ السلام براء پر غصہ تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ان لوگوں کی موجودگی میں رسول ﷺ کا براء کے لئے استغفار کرنا براء کی اللہ تعالیٰ کے حضور قربت اور رفعت درجات کے لئے تھا۔ اور اگر اس روایت کو مانا جائے تو یہ رسول اللہ ﷺ پر نعوذ باللہ تدلیس کو لازم کرتی ہے کہ رسول ﷺ نے ایسی باتیں کہیں جو حق پر مبنی نہیں تھیں۔ اور جب اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اپنے موقف سے رجوع کیا۔ جبکہ رسول ﷺ کی ذات ان تمام چیزوں سے دور ہے۔

ساتویں بات: یہودیوں کا کہنا جب کوئی نبی ہماری زیارت کے لئے آئے تو ہم میں سے کوئی نہیں بیٹھتا، تو کیا واقعی یہودیوں کے بڑوں نے رسول ﷺ کی نبوت کی تصدیق کی؟ اور کس طرح رسول اللہ ﷺ اور دیگر مسلمان یہودیوں کی اس بات کی

تصدیق کر سکتے تھے۔ کیا رسول اللہ ﷺ ان حضرات سے پہلے نہیں ملے اور ان کے ساتھ اجتماع نہیں کیا؟ تو کیا اس وقت بھی یہ لوگ کھڑے ہوا کرتے تھے اور اپنی ناک کو صوفی کپڑے سے ڈھانپا کرتے تھے تاکہ ان کی سانس سے رسول ﷺ کو اذیت نہ ہو؟ اور اگر ناک کو ڈھانپا کرتے تھے تو کیا منہ سے سانس لیتے؟ اور کیا منہ سے سانس لینا زہر سے بچا لیتا ہے؟ یا منہ کو بھی صوفی کپڑے سے ڈھانپا کرتے تھے؟ روایت نے اس چیز کی وضاحت نہیں کی۔ اور اگر زہر اس حد تک اثر انداز ہوتا ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے تناول کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، بلکہ کھانا ہی ان کے سامنے رکھ دیتے تو کافی ہوتا۔ اور یوں سانس لیتے لیتے زہر آپ ﷺ کے بدن شریف میں سرایت کر جاتا۔

آٹھویں بات: جب رسول اللہ ﷺ کو زہر ملانے کا علم تھا، آپ ﷺ نے دعا کو بھی پڑھا، اور اصحاب کو حکم بھی دیا کہ وہ اس کو کھائیں تاکہ آپ ﷺ کا معجزہ ظاہر ہو سکے، تو کیا وجہ ہے کہ اس کے بعد رسول ﷺ نے اصحاب کو کھانے سے روک دیا؟ کیا رسول ﷺ کی دعا زہر کے اثر کو ختم کرنے میں موثر تھی یا نہیں؟ تو اگر موثر تھی تو روکنے کی کیا وجہ تھی؟ اور اگر موثر نہ تھی تو دعا ہی کیوں کی؟ اور کس طرح رسول ﷺ اس زہر شدہ کھانے کو کھا سکتے ہیں جو موت تک لے جائے، اس چیز کی تحقیق کئے بغیر کہ دعا موثر بھی ہوئی یا نہیں۔

نویں بات: بعض روایات کے مطابق جب رسول ﷺ خدائی مرضی کے تحت

جتنا کھا سکتے تھے کھا چکے، تو پھر ران گویا ہوئی کہ میں زہر شدہ ہوں۔ تو اس ران نے اتنی تاخیر سے کلام کیوں کیا؟ جبکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھا خاصا کھا چکے۔ پھر مزید یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زہر شدہ چیز کو تناول کیا، اگر وہ زہر واقعی قابل اثر تھا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً اس وقت انتقال کیوں نہ کر گئے۔ بلکہ اس کے برعکس اس زہر کا اثر تین سال بعد ظاہر ہوا۔ اور اگر موثر نہ تھا تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس خیبر کے زہر آلود کھانے کا درد کیوں محسوس ہوا جس نے ان کی قوت کو زائل اور ان کی شہ رگ کو کاٹ دیا۔

کیا مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا؟

کچھ روایات کے مطابق یہ اتہام یہود کی طرف نہیں، بلکہ ان روایات کی روشنی میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض خواتین نے زہر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں روایات ملاحظہ ہوں:

1۔ امام صادق علیہ السلام کی روایت میں امام حسن علیہ السلام کا قول موجود ہے جو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میری وفات زہر سے ایسے ہی واقع ہو رہی ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی۔ اور پھر امام حسن علیہ السلام نے بتایا کہ ان کو انکی زوجہ نے زہر دیا تھا۔ (تو امام حسن علیہ السلام کا یہاں شباہت دینا کہ میرے ساتھ ایسا ہی ہوا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہوا تھا، جس طرح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا گیا ویسے ہی امام حسن علیہ السلام کی زوجہ نے زہر دیا)

2۔ امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

(اور محمد تو صرف ایک رسول ہیں جن سے پہلے بہت سے رسول

گزر چکے ہیں، کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو تم اُلٹے
پیروں پلٹ جاؤ گے)

میں اس سوال کہ جواب میں کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعی موت سے فوت ہوئے یا قتل کیے گئے، تو فرمایا کہ ان دونوں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے پہلے زہر دیا تھا۔

3۔ عبدالصمد بن بشیر نے امام صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ امام علیہ السلام نے فرمایا جانتے ہو کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبعی موت سے فوت ہوئے یا قتل کئے گئے، پھر آیت کا حصہ پڑھا:

أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ

اور کہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وفات سے قبل دو خواتین نے زہر دیا تھا۔

4۔ حسین بن علوان دیلمی کی روایت [1] کے مطابق جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ کو بتایا کہ ان کے بعد کون حکومت کرے گا تو اس زوجہ نے اپنی دوسری سہیلی زوجہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔ اور پھر اس نے اپنے باپ کو بتایا، تو ان سب نے اتفاق کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دینا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے افعال کی خبر دی (جو انہوں نے افشاء راز کیا) تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کے قتل کا سوچا، ان دونوں نے حلفاً کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا تو یہ آیت نازل ہوئی

[1] البحار ج22 ص246 عن الصراط المستقیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ

(سورہ تحریم آیت ۷)

تبصرہ: اگرچہ ہم نے ابتداء میں دو قسم کی روایات پر اشکالات کا اظہار کیا جو سنی اور شیعہ کتب میں یہود کی جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دینے کے عنوان سے موجود ہیں۔ لیکن ہم آخری فیصلہ کے طور پر کوئی بھی حتمی حکم ان تین قسم کی روایات پر نہیں کرنا چاہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم دوسری قسم کی روایات (جو شیعہ کتب میں یہود کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دینے کے عنوان سے موجود ہیں) میں سے بعض معتبر روایات کو بھی دیکھتے ہیں، جن کے مضامین میں اشکال نہیں ہے، اگر ان کو مفرداً لیا جائے، اور وہ اصل مسئلہ (یعنی زہر دینے) کے عنوان سے اہلسنت روایات سے بھی موافقت رکھتی ہیں۔ اور اگر نظر انصاف سے ان تینوں روایات کے مجموعہ کو دیکھیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ:

یہود کی طرف سے ایک سے زیادہ بار زہر دینے کی کوشش کی گئی تھی، کبھی خیبر میں اور کبھی مدینہ میں۔ ممکن ہے جس نے خیبر میں دیا اس کا نام زینب بن حارث ہو اور جس نے مدینہ میں دیا اس کا نام عبدہ ہو، اور ممکن ہے کہ ران نے کبھی خیبر میں کلام کیا اور کبھی مدینہ میں۔ ممکن ہے کبھی ران بھیجی گئی ہو اور کبھی بکرے کا گوشت۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کبھی مبشر بن براء کا انتقال ہوا اور دوسرے حادثہ میں بشر بن براء کا۔ ممکن کہ بشر کا انتقال ایک حادثہ میں ہوا ہو اور دوسرے حادثہ میں سب مسلمان محفوظ رہے ہوں۔

ممکن ہے جو حادثہ مدینہ میں ہوا وہ بعض ازواج کی معیت میں ہوا ہو، اور ممکن ہے کہ بعض ازواج کی زہر دینے کی کاروائی یہودیوں کی سازش سے الگ ہو۔

مزید ممکن ہے کہ بعض ازواج کی ایک بار سازش بے نقاب ہوئی ہو، جیسے سورہ تحریم کے موضوع میں راز کو افشاء کرنے کا بیان ہے۔ جیسا کہ روایت کہتی ہے کہ خدا نے ان کو خبر دی۔ اور دوسری بار سازش میں کامیاب ہوئے ہوں، اور رسول ﷺ کی شہادت ان زوجات کے زہر دینے سے واقع ہوئی ہو۔ جبکہ پہلی بار کی سازش میں خدا نے ان کے کام کو طشت از بام کیا ہو، تا کہ لوگ جان سکیں کہ ان لوگوں نے ہی یہ نہایت گھٹیا کام انجام دیا ہے۔ چنانچہ اب اگر یہ دوبارہ وہی کام کریں جو رسول ﷺ کی وفات پر منتج ہو، تو لوگوں کے لئے فیصلہ کرنا آسان ہو۔ اور یوں جب لوگ ان ازواج کی حقیقت جانتے ہوں گے تو ان کے دھوکہ میں نہیں آئیں گے، اس دلیل پر کہ یہ تو رسول ﷺ کی بیویاں ہیں۔

اب ہم ان تمام صورتوں میں سے کسی ایک کو حتمی نہیں کہتے، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک دوسرے سے متعارض نہیں ہیں۔ چنانچہ ہر اس رائے سے پہلو تہی کرنا چاہیۓ جو کسی بھی ایک فریق کو بچانے میں کام آئے۔ بہر حال ان لوگوں کے نام جنہوں نے یہ فعل شنیع انجام دیا اور جن کا ذکر تین قسم کی روایات میں آیا ہے، ابھی باقی ہیں۔ شیعہ اور سنی کے نزدیک یہ روایات صحیح ہیں، اگرچہ ان میں مشہور لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ تاریخ گواہ ہے کہ کس طرح انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام کے

خلاف جنگ برپا کی اور کتنے ہزار مسلمان اس میں قتل ہوئے۔ اگر ان کے بس میں ہوتا تو یہ نبی ﷺ کے وصی اور بھائی یعنی امام علی علیہ السلام کو بھی مار دیتے۔

یہی بات ان روایات کے بارے میں بھی کی جائے گی جن کی سند اگرچہ صحیح نہیں، لیکن ان کی صحت کے احتمال کو رد نہیں کیا سکتا۔ بلکہ رسول ﷺ کے جو حالات بعثت کے شروع سے وفات تک رہے ہیں، وہ ان روایات سے واضح نظر آتے ہیں۔ اور اگر ان حقائق کا اظہار کیا جائے تو یہ جان کو خطرہ میں ڈالنے کے مترادف ہے، بالخصوص ان شخصیات کے حوالہ سے جو بعض گروہوں کے دلوں میں خاص مقام رکھتی ہیں۔ اس چیز کی تفصیل کبھی کسی اور مقام پر کی جائے گی، ان شاء اللہ۔

والحمد للہ رب العالمین۔ [1]

---

[1] مختصر مفید.. (أسئلة وأجوبة في الدين والعقيدة)، السيد جعفر مرتضى العاملي، » المجموعة الخامسة «، المركز الإسلامي للدراسات، الطبعة الأولى، 20031424، السؤال (270)

کیا شیخین نے رسول اللہ ﷺ کے جنازے میں شرکت کی؟

قارئین! شیخین (حضرت ابوبکر اور عمر) پر ایک اعتراض یہ رہا ہے کہ انہوں نے اور ان کے دیگر ساتھیوں نے حکومت کے حصول کے لیے جنازہ رسول اللہ ﷺ کو بالکل چھوڑ دیا۔ اس حوالے سے اہلسنت حضرات مختلف جوابات دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم اس باب میں ان جوابات کا جائزہ لیں گے۔

سب سے پہلے کچھ اقوال آپ کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں جن میں اہلسنت علماء خلافت اور امامت کی اہمیت کو بتارہے ہیں، اور اس کے لئے یہ دلیل قرار دیتے ہیں کہ خلافت و امامت کا معاملہ اتنا زیادہ اہم ہے کہ خود صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے دفن پر اس مسئلہ کو اہمیت دی۔

1۔ علامہ سفارینی الحنبلی ایک باب "الامامته والمتعلقاتها" قرار دیتے ہیں (یعنی مسئلہ امامت اور ان سے متعلق ابحاث) اور اس میں یہ جملہ کہتے ہیں:

قَالَ عُلَمَاؤُنَا كَغَيْرِهِمْ: نَصْبُ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ فَرْضُ كِفَايَةٍ لِأَنَّ الصَّحَابَةَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ - أَجْمَعُوا عَلَى أَنَّ نَصْبَهُ وَاجِبٌ

بَعْدَ انْقِرَاضِ زَمَنِ النُّبُوَّةِ، بَلْ جَعَلُوهُ أَهَمَّ الْوَاجِبَاتِ حَيْثُ اشْتَغَلُوا بِهِ عَنْ دَفْنِ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: ہمارے علماء دیگر علماء کی طرح کہتے ہیں کہ بڑے امام و خلیفہ کا نصب کرنا فرض کفایہ میں سے ہے (یعنی وہ فریضہ جو کچھ لوگ انجام دیں تو باقیوں پر سے ساقط ہے) کیونکہ صحابہ (خدا ان سے راضی ہو) کا اجماع اس بات پر منعقد ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے زمانہ کے بعد امام نصب کرنا ضروری ہے، بلکہ انہوں نے اس کو اتنے اہم واجبات میں سے سمجھا کہ انہوں نے امام نصب کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی تدفین سے پہلوتہی کرنا بھی جائز سمجھا۔ [1]

2۔ علامہ حضرمی شافعی ایک باب " وجوب الامامتہ" کے عنوان سے قرار دیتے ہیں، اور پھر اس کے تحت صحابہ کے طرز عمل کو بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

وتركوا أهم الأشياء وهو دفن رسول الله - صلى الله عليه وسلم -. ثم لم يزل المسلمون على ذلك.

ترجمہ: صحابہ نے امام کو نصب کرنے کے معاملہ میں سب سے اہم چیز کو بھی ترک کیا، یعنی رسول اللہ ﷺ کے دفن کو اور یہی

---

[1] لوامع الانوار البهية جلد ٢ ص ٤١٩ تحت الباب السادس

روش مسلمانوں کی مابعد چلتی رہی۔ [1]

3۔ قاضی ایجی بھی یہی بات کہتے ہیں:

وتركواله أهم الأشياء وهو دفن رسول الله صلى الله عليه

ترجمہ: صحابہ نے امام کو نصب کرنے کے حوالے سے سب سے اہم چیز یعنی رسول ﷺ کی تدفین تک کو ترک کیا۔ [2]

4۔ ملاعلی قاری حنفی کہتے ہیں:

ولان الصحابة رضى الله عنهم جعلوا أهم المهمات نصب الأمام حتى قدموه على دفنه عليه الصلاة والسلام

ترجمہ: صحابہ (خدا ان سے راضی ہو) نے امام بنانا اتنا اہم ترین سمجھا کہ اس چیز کو رسول ﷺ کی تدفین پر مقدم کیا گیا۔ [3]

5۔ علامہ سعدالدین تفتازانی لکھتے ہیں:

ولأن الأمة قد جعلوا أهم المهمات بعد وفاة النبى عليه السلام نصب الإمام حتى قدموه على الدفن

ترجمہ: امت (صحابہ) نے امام کی تنصیب کو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اتنا اہم سمجھا کہ اس کو رسول اللہ ص کے دفن پر بھی

[1] الحسام المسلول ص ۵۳
[2] المواقف مع شرحہ جلد ۷ ص ۳۷۷ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت
[3] شرح فقہ اکبر از ملاعلی قاری ص ۱۳۲ طبع قدیم مصر

مقدم کیا۔ [1]

تبصرہ: ناظرین ان تمام حوالہ جات سے بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ صحابہ (جن میں سرفہرست سقیفہ میں موجود دو گروہ ہیں، جن میں سے ایک کی نمائندگی شیخین کررہے تھے) نے رسول ﷺ کے جنازے کو چھوڑنا تو برداشت کیا، لیکن خلیفہ کون ہوگا اس کا تعین کرنا ضروری سمجھا۔ یہ الگ بحث ہے کہ جب شیعہ کہتے ہیں کہ اس خلافت کو دین کا سب سے اہم واجب قرار دیا گیا ہے تو کیوں نہ یہ خدا اور اس کے حبیب (ﷺ) کے تعین سے ہوتا کیونکہ خدا عالم الغیوب ہے، اور خدا کا منصوص کردہ کبھی گمراہ نہیں ہوتا، اور اگر خدائی پسند کو اس زمانہ کے صحابہ بھی پسند کرتے تو رسول ﷺ کے جنازے کو چھوڑنے کی نوبت نہ آتی، لیکن یہ موضوع کسی دوسرے موقع پر اٹھا رکھتے ہیں۔ سردست بتانا یہ مقصود ہے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ رسول ﷺ کے جنازے کو چھوڑا گیا۔

آیئے ہم مزید تائید کے لیے اہلسنت کتب دیکھتے ہیں، کہ اس حوالہ سے کیا کہا گیا ہے:

پہلی روایت:

ابن ابی شیبہ نقل کرتے ہیں:

[1] شرح عقائد نسفیہ ص ۱۶۷ باب نصب الامام واجب طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

ذھبی ان کو مدینہ کے سات بزرگ فقہاء میں سے ایک اور امام گردانتے۔ [1]

تبصرہ:

قارئین! اب ثابت ہو گیا کہ اس روایت کے تمام راوی زبردست ثقہ ہیں۔ اور اس روایت کے اوپر سوائے ایک اعتراض کے کوئی اعتراض باقی نہیں رہتا۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ اس روایت کی سند عروہ کے بعد سے کٹی ہوئی ہے یعنی عروہ ۲۳ ہجری کو پیدا ہوئے اور یہ واقعہ ۱۱ ہجری کا ہے۔ چنانچہ علم حدیث کی اصطلاح میں ایسی روایات کو مرسلِ عروہ بن زبیر گردانا جائے گا۔ آیئے ہم ثابت کرتے ہیں کہ ہمارے برصغیر میں موجود طبقہ احناف تو مرسلات کو مطلق حجت مانتے ہیں۔ اور اگر کوئی غیر احناف اس کتاب کو پڑھ رہا ہے تو اس کی تشفی کے لئے بھی ہم حوالہ دیں گے۔

ابھی ان لوگوں کے حوالہ جات پر آتے ہیں جو مراسیل کو مطلق حجت سمجھتے ہیں:

۲ علامہ سرخسی حنفی فرماتے ہیں:

وَلَكِنَّ الْمَرَاسِيلَ حُجَّةٌ عِنْدَنَا كَالْمَسَانِيدِ أَوْ أَقْوَى مِنْ الْمَسَانِيدِ

ترجمہ: البتہ مرسل روایات ہمارے ہاں حجت ہیں مسند روایات کی طرح، بلکہ مرسل روایات مسند روایات سے بھی زیادہ قوی تر

[1] سیر اعلام النبلاء جلد ٤ ص ٤٢١ اور ٤٢٥

ہیں۔ [1]

علامہ بدرالدین عینی حنفی فرماتے ہیں:

وَلم يسمع الْحسن من ابْن عَبَّاس. قلت: وَلَئِن سلمنَا هَذَا فَالْحَدِيث مُرْسل وَهُوَ حجَّة عندنَا

ترجمہ: حسن نے ابن عباس سے نہیں سنا۔ میں (عینی) کہتا ہوں کہ اگر یہ بات مان بھی لی جائے تو یہ روایت مرسل قرار پائی اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے۔ [2]

علامہ ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں:

قال ابن الجوزی اثر ابی ذر یرویہ رجل من اهل الکوفة لم یلق أباذر قلت فهو مرسل والمرسل عندنا حجة والله اعلم

ترجمہ: ابن جوزی کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر کا اثر (روایت یا قول) کوفہ کے ایک شخص نے نقل کیا ہے، جو ابوذر سے نہیں ملا۔ تو میں (پانی پتی) کہتا ہوں کہ یوں روایت مرسل قرار پائے گی اور مرسل ہمارے ہاں حجت ہے۔ [3]

علامہ ابوحفص غزنوی حنفی فرماتے ہیں:

[1] المبسوط جلد ۷ ۲ ص ۱٤۳

[2] عمدۃ القاری جلد ۹ ص ۱۱٤

[3] تفسیر مظہری جلد ا ص ۲٤۷

وإن كان مرسلا فهو حجة عندنا

ترجمہ: اگرچہ یہ روایت مرسل ہی کیوں نہ ہو لیکن ہمارے نزدیک حجت ہے۔ [1]

علامہ خلیل احمد دیوبندی فرماتے ہیں:

قال ابن حجر: ضعيف مرسل. قلت: أما المرسل فهو حجة عند الجمهور

ترجمہ: ابن حجر نے روایت کو ضعیف مرسل گردانا ہے، میں (خلیل احمد) کہتا ہوں کہ مرسل جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ [2]

تبصرہ: قارئین! آپ نے یہ پانچ حوالہ جات احناف علماء کے دیکھے کہ وہ خود مرسل روایت کو حجت سمجھتے ہیں، تو اب مزید کلام کرنے کی حاجت نہیں۔ ہاں، جو مرسل کو حجت نہیں سمجھتے، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ بعض مراسیلِ تابعین خود ان کے ہاں حجت مانی جاتی ہیں۔ بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں، جیسے سعید بن مسیب کی مرسلات، محمد بن سیرین کی مرسلات اور دیگر حضرات بھی ہیں۔ ان ہی میں سے خود عروہ بن زبیر کی مرسلات بھی ہیں۔ اس حوالہ سے سب سے مضبوط دلیل خود ہشام کا قول ہے، چنانچہ شافعی نقل کرتے ہیں:

(قال الشافعي) أخبرنا عمي محمد بن علي عن هشام بن عروة عن

[1] الغرۃ المنیفۃ ص ۱۰۰

[2] بذل المجہود جلد ۹ ص ۵۳۳

أبيه أنه قال إني لأسمع الحديث أستحسنه فما يمنعني من ذكره إلا كراهية أن يسمعه سامع فيقتدي به أسمعه من الرجل لا أثق به قد حدثه عمن أثق به وأسمعه من الرجل أثق به حدثه عمن لا أثق به

ترجمہ: شافعی اپنے چچا محمد بن علی سے، وہ ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد عروہ بن زبیر سے نقل کرتے ہیں کہ میں کسی حدیث کو سنتا ہوں جو مجھے پسند آتی ہے، لیکن جس چیز کی وجہ اس کو میں نقل نہیں کرتا یہ ہے کہ روایت سننے والا اس کو سن کر اس پر عمل نہ شروع کردے۔ کیونکہ اس روایت کو میں ایسے بندے سے سنتا ہوں جس کو میں ثقہ نہیں سمجھتا، خواہ اس نے کسی ایسے سے روایت کیا ہو جو میرے نزدیک ثقہ ہے، یا اس روایت کو کسی ایسے سے سنتا ہوں جس کو میں ثقہ سمجھتا ہوں لیکن وہ جس سے روایت کرتا ہے میں اس کو ثقہ نہیں سمجھتا۔ [1]

اس روایت کو جس سند سے نقل کیا گیا ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ شافعی خود اہل سنت کا امام ہے، اور ان کی توثیق دکھانا عبث ہے۔ ان کے چچا محمد بن علی بن شافع بن سائب بھی ثقہ ہیں۔ اور ہشام بن عروہ بھی ثقہ ہے اور عروہ سے قول منقول ہے۔

[1] حوالہ: کتاب الام جلد ۷ ص ۲۵۵، کتاب القسامۃ، باب الجنایۃ علی العبد۔

چنانچہ اس قول کو نقل کرنے کی وجہ سے ہی ابن عبد البر کہتے ہیں:

كيف ترى في مرسل عروة بن الزبير، وقد صح عنه ما ذكرنا؟
أليس قد كفاك المؤنة؟

ترجمہ: چنانچہ خود ہی فیصلہ کرو کہ عروہ بن زبیر کی مرسلات کیسی ہیں، جب کہ عروہ سے وہ بات صحیح طور ثابت ہے جس کو ہم نے نقل کیا، کیا یہ تمہارے لئے سامان کفایت نہیں رکھتا۔ [1]

فیصلہ کن تبصرہ: قارئین! یہ روایت مضبوط ہے، اور عروہ بن زبیر کی مرسل ہونے کے باوجود قابل استدلال اور حجت ہے۔

دوسری روایت:

قارئین! اب ہم دوسری روایت پیش کرتے ہیں جو ہمارے استدلال کی صداقت واضح کرے گی۔ یہ روایت مختلف کتب اہلسنت میں منقول ہے۔ سب کتب سے نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ مسند احمد میں روایت یوں وارد ہوئی:

مَا عَلِمْنَا بِدَفْنِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ جَوْفِ اللَّيْلِ لَيْلَةَ الْأَرْبِعَاءِ

ترجمہ: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہمیں رسول ﷺ کا دفن کیا جانا معلوم نہ ہوسکا، حتیٰ کہ ہم نے بدھ کے دن، رات کے وقت

[1] حوالہ: التمہید جلد١ ص٣٤، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

گھنٹیوں کی آوازیں سنیں۔

اس روایت کے بارے میں شعیب ارنووط کہتے ہیں کہ اس روایت کو حسن کہے جانے کا امکان ہے۔ [1]

اس روایت کو عبد الرزاق نے بھی اس سند اور متن کے ساتھ نقل کیا ہے:

عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، وَغَيْرِهِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عَمْرَةَ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: »مَا شَعَرْنَا بِدَفْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى سَمِعْنَا صَوْتَ الْمَسَاحِي مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ«

ترجمہ: حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہمیں رسول ﷺ کے دفن کی بھنک بھی نہ ہوئی حتیٰ کہ ہم نے رات کے آخری پہر گھنٹیوں کی آوازیں سنیں۔ [2]

قارئین! اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں، ہم طوالت سے پرہیز کی خاطر مختصر توثیقات نقل کرتے ہیں:

1۔ عبد الرزاق بن ہمام (مصنف کتاب): ان کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث کے بڑے حافظ تھے، یمن کے عالم تھے، ثقہ اور اپنے اندر تشیع رکھتے

[1] حوالہ: مسند احمد جلد ٤٣ ص ٣٧٠

[2] المصنف ابن ابی شیبہ، کتاب المغازی، ماجاء فی خلافۃ أبی بکر وسیرتہ فی الردۃ، جلد٢٠، ص٥٧٩، رقم ٣٨٢٠١، ناشر موسسۃ القرآن والمصنف جلد١١ ص٤٨٤ رقم ٣٨٢٠١، طبع مکتبہ رحمانیہ

تھے۔ ①

2۔ عبدالملک بن جریج: ان کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں کہ یہ امام، علامہ، حافظ حدیث، مکہ میں حرم مطہر کے شیخ تھے۔ ②

3۔عبداللہ بن ابی بکر الانصاری: ان کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں کہ یہ امام اور حافظ حدیث تھے۔ ③

4۔ابوبکر بن محمد الانصاری: ان کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں کہ یہ مدینہ کے امیر اور قاضی تھے، اور بڑے معتمد علیہ اماموں میں سے ایک، بلکہ کہا گیا کہ اپنے زمانہ میں قضاوت کے معاملہ میں ان سے زیادہ علم رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ ④

5۔ عمرہ بنت عبدالرحمان الانصاریہ۔ ان کے بارے میں ذہبی کہتا ہے کہ یہ فقیہہ تھی اور حضرت عائشہ کی تربیت یافتہ اور شاگردہ تھی اور بہت عظیم عالمہ، فقہ کا علم رکھنے والی اور حجت تھیں۔ ⑤

تبصرہ: قارئین! آپ نے اس روایت کی سند کو ملاحظہ کیا کہ اس کے تمام راوی

---

① سیر اعلام النبلاء جلد ۹ ص ۵۶۳-۵۶۴

② سیر اعلام النبلاء جلد ۶ ص ۳۲۶

③ سیر اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۳۱۵

④ سیر اعلام النبلاء جلد ۵ ص ۳۱۳-۳۱۴

⑤ سیر اعلام النبلاء جلد ۴ ص ۵۰۷-۵۰۸

ثقہ ہیں، چنانچہ یہ روایت بھی معتبر ہے۔ اور اس کی دلالت واضح ہے کہ حضرت عائشہ، جو سقیفہ میں موجود ایک گروہ سے بہت قریبی تعلق رکھتی تھیں، ان کو بھی رسول ﷺ کے دفن کا پتا نہ چلا، جب تک کہ قبر کھودے جانے کا معاملہ نہ ہوا۔ اس بات سے سقیفہ میں موجود دونوں گروہوں کی، خاص طور پر حضرت ابوبکر کے حامی گروہ کی دفن رسول ﷺ کے عمل میں عدم حاضری بالکل واضح ہوجاتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ جو نعرہ لگایا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ کے حجرے میں دفن ہیں، تو یہ بھی ایک جھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں، کیونکہ اگر حجرہ میں دفن ہوتے تو پھر حضرت عائشہ کو سب سے پہلے علم ہونا چاہئے تھا، لیکن حضرت عائشہ کا دفن رسول ﷺ سے بے خبر رہنا بتاتا ہے کہ معاملہ کیا ہے، پس قاری فیصلہ خود کرلے۔

تیسری روایت:

اب ہم تیسری روایت نقل کرتے ہیں۔ پہلی دو روایات کا مضمون ذہن میں رکھا جائے تو اس تیسری روایت کی دلالت واضح ہوجاتی ہے، روایت یوں وارد ہوئی ہے:

> حدثنا عبد الله حدثني أبي ثنا عفان قال ثنا حماد بن سلمة قال انا هشام بن عروة عن عروة عن عائشة ان أبا بكر قال لها في أي يوم مات رسول الله صلى الله عليه و سلم فقالت : في يوم الإثنين فقال ما شاء الله اني لا أرجو فيما بيني وبين الليل قال ففيم كفنتموه قالت في ثلاثة أثواب بيض سحولية

يمانية ليس فيها قميص ولا عمامة وقال أبو بكر انظري ثوبي هذا فيه ردع زعفران أو مشق فاغسليه واجعلي معه ثوبين آخرين فقالت عائشة يا أبت هو خلق قال ان الحي أحق بالجديد وإنما هو للمهلة

ترجمہ: حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ابوبکر نے ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال کس روز کو ہوا تھا؟ انہوں نے کہا: سوموار کو۔ انہوں نے کہا: ماشاء اللہ، مجھے لگتا ہے کہ میں آج رات فوت ہو جاؤں گا۔ پھر انھوں نے پوچھا: تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس قسم کے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ حضرت عائشہ نے بتلایا کہ یمن کی سحول بستی کے بنے ہوئے تین سفید کپڑوں میں، ان میں قمیض تھی نہ پگڑی، انھوں نے کہا: میرے اس کپڑے کو زعفران کا داغ لگا ہوا ہے، اسے دھو لینا اور اس کے ساتھ دو اور کپڑے ملا لینا۔ حضرت عائشہ نے کہا: ابا جان! یہ تو پرانا ہے، انہوں نے کہا: زندہ آدمی نئے کپڑے کا زیادہ مستحق ہوتا ہے، کفن کا کپڑا تو پیپ (گلے سڑے جسم) کے لیے ہوتا ہے۔

اس روایت کو حمزہ زین اور شعیب ارنووط دونوں نے صحیح کہا ہے۔ [1]

تبصرہ: قارئین! اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں۔ ہم نے اس روایت کی دو عدد تصحیحات بھی دکھلا دیں ہیں۔ ابوبکر کا حضرت عائشہ سے یہ پوچھنا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کن کپڑوں میں دفنایا گیا تھا" خود بتلاتا ہے کہ ابوبکر نہ کفنانے میں شامل تھے اور نہ دفنانے میں، کیونکہ کفنہر دیکھنے والے کے لئے بالکل واضح ہوتا ہے۔ اور جب قبر میں اتارا جاتا ہے تب بھی انتقال شدہ شخصیت کا کفن بالکل واضح ہوتا ہے۔ خیر اب ہم فیصلہ اپنے قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ جناب ابوبکر نے یہ سوال اپنی بیٹی سے کیوں کیا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ اوپر کی دو روایات کو اگر ملایا جائے تو بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اہل سقیفہ نے جنازہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑا تھا اور حکومت کی فکر کرنے چلے گئے تھے۔

قارئین! ہمارے مخالفین جب یہ دیکھتے ہیں کہ شیعان حیدر کرار کے پاس مضبوط دلائل ہیں جن سے شیخین کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ میں عدم شرکت کا اثبات ہوتا ہے، تو وہ ان عمومی روایات کا سہارا لیتے ہیں جس میں مہاجرین اور انصار کا فی الجملہ، یا اہل مدینہ اور اہل عوالی کا جنازہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت کا ذکر ہے۔

اس سلسلہ میں ہمارے سامنے سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان لاہور کا رسالہ موجود ہے جو مکتبہ اخوان گنج بخش روڈ لاہور سے چھپا ہے۔ اس کے سرورق پر لکھا ہے:

---

[1] حوالہ: مسند احمد جلد ۱۷ ص ۴۸۶ رقم روایت ۲۴۸۸۶۔

"اس کتابچہ میں معتبر ومستند مذہبی کتب کے حوالوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ خلفاء ثلاثہ حضرت صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور تمام صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شرکت کی"۔

قارئین! ہم نے اس رسالہ کو پڑھنا شروع کیا تو دیکھا کہ انہوں نے الکافی، الاحتجاج، حیات القلوب اور اخبار ماتم سے حوالے دیئے تھے۔ ضمنی طور پر مرآۃ العقول اور صافی شرح کافی کا بھی حوالہ دیا تھا۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ ہم جواب دیں، ذہن نشین کرلیں کہ اخبار ماتم جلد ۱ ص ۶۵ میں جس روایت کا سہارا لیا گیا ہے وہ غالب امکان کے تحت المناقب لابن شہر آشوب سے لی گئی ہے، جبکہ حیات القلوب کی روایات الکافی اور الاحتجاج سے منقول ہیں۔ مرآۃ العقول میں بھی اولین کتب سے روایات کو لیا گیا۔ انشاء اللہ ہم علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ ہی کا تطبیق شدہ قول اس کتاب سے پیش کریں گے۔ صافی کتاب ہمارے پاس نہیں ہے لیکن چونکہ الکافی کی شرح ہے تو یقینا اس کا مصدر بھی اولین کتب ہوں گی۔ چنانچہ ہم اصل مصادر کو لے کر ہی بحث کریں گے۔ اس سلسلہ وہ روایات جن سے استدلال کیا گیا، اُن کو پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی روایت:

شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

محمد بن الحسين، عن سهل بن زياد، عن ابن فضال، عن علي بن النعمان عن أبي مريم الأنصاري، عن أبي جعفر عليه السلام قال: قلت له: كيف كانت الصلاة على

النبي صلى الله عليه وآله؟ قال: لما غسله أمير المؤمنين عليه السلام وكفنه سجاه ثم أدخل عليه عشرة فداروا حوله ثم وقف أمير المؤمنين عليه السلام في وسطهم فقال: "إن الله وملائكته يصلون على النبي يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما". فيقول القوم كما يقول حتى صلى عليه أهل المدينة وأهل العوالي.

ترجمہ: راوی کہتا ہے میں نے امام محمد باقر (علیہ السلام) سے پوچھا کہ حضرت رسول خدا پر نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟ امام علیہ السلام نے فرمایا جب امیر المومنین علیہ السلام غسل دے چکے اور کفن دے کر ڈھانپ چکے تو دس آدمیوں کو اندر داخل کیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد کھڑے ہوئے پھر امیر المومنین نے ان کے بیچ میں کھڑے ہوکر سورۂ احزاب کی یہ آیت پڑھی۔ ''بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو تم بھی درود سلام بھیجو۔'' چنانچہ لوگوں نے یہ آیت پڑھی۔ اسی طرح اہل مدینہ اور اس کے گرد (اہل عوالی) کے لوگوں نے آیت پڑھی۔ [1]

تبصرہ: قارئین! مخالف کا استدلال اس عبارت سے ہے:

فيقول القوم كما يقول حتى صلى عليه أهل المدينة

[1] الکافی جلد ۱ ص ۴۵۰ رقم روایت ۳۵ طبع دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایران۔

وأهل العوالى.

(چنانچہ لوگوں نے یہ آیت پڑھی۔ اسی طرح پھر اہل مدینہ اور اس کے گرد (اہل عوالی) کے لوگوں نے پڑھی) اور اہل مدینہ و عوالی کو ملایا جائے تو تمام صحابہ بشمول خلفائے ثلاثہ آجاتے ہیں۔

دوسری روایت:

شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

علی بن إبراهيم، عن أبيه، عن ابن أبي عمير، عن حماد، عن الحلبي، عن أبي عبد الله عليه السلام قال: أتى العباس أمير المؤمنين عليه السلام فقال: يا علي إن الناس قد اجتمعوا أن يدفنوا رسول الله صلى الله عليه وآله في بقيع المصلى وأن يؤمهم رجل منهم، فخرج أمير المؤمنين عليه السلام إلى الناس فقال: يا أيها الناس إن رسول الله صلى الله عليه وآله إمام حيا وميتا وقال: إني ادفن في البقعة التي اقبض فيها، ثم قام على الباب فصلى عليه، ثم أمر الناس عشرة عشرة يصلون عليه ثم يخرجون.

ترجمہ: امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عباس نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا لوگ اس خیال سے جمع ہوئے ہیں کہ رسول اللہ ص کو جنت البقیع میں دفن کریں اور ان میں سے کوئی

نماز جنازہ کی امامت کرے۔ یہ سن کر امیر المومنین علیہ السلام باہر آئے اور فرمایا لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس طرح زندگی میں خلق کے امام تھے، مرنے کے بعد بھی امام ہیں۔ انھوں نے وصیت کی ہے کہ مجھے اسی جگہ دفن کیا جائے جہاں میری روح قبض ہو۔ پھر آپ (علیہ السلام) دروازہ پر کھڑے ہوئے اور نماز جنازہ پڑھی اور لوگوں سے کہا کہ وہ دس دس آئیں اور جنازہ پڑھ کر باہر نکل جائیں۔ [1]

تبصرہ: ناظرین! مخالف کہتا ہے کہ اس روایت میں جو شخصیت بقیع غرقد میں نماز پڑھانا چاہتا تھا وہ ابوبکر تھے، چنانچہ ابوبکر تو مستعد ہو کر نماز پڑھانا چاہ رہے تھے، اور شیعہ کہتے ہیں کہ خلفائے ثلاثہ نے شرکت جنازہ نہیں کی۔

تیسری روایت:

شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

محمد بن يحيى، عن سلمة بن الخطاب، عن علي بن سيف، عن عمرو بن شمر عن جابر، عن أبي جعفر عليه السلام قال: لما قبض النبي صلى الله عليه وآله صلت عليه الملائكة والمهاجرون والأنصار فوجا فوجا، قال: وقال أمير المؤمنين عليه السلام: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله يقول في صحته وسلامته: إنما أنزلت هذه الآية علي في الصلاة

---

[1] الکافی جلد ۱ ص ۴۵۱ رقم روایت ۳۷ طبع دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایران۔

علی بعد قبض اللہ لی "إن الله وملائكته يصلون على النبي
يا أيها الذين آمنوا صلوا عليه وسلموا تسليما".

ترجمہ: امام محمد باقر (علیہ السلام) نے فرمایا، جب رسول خدا ﷺ کی روح قبض ہوئی تو ملائکہ، مہاجرین اور انصار نے جوق در جوق آنحضرت ﷺ پر نماز پڑھی۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے جبکہ حضور صحیح وسالم تھے کہ یہ آیت قبض روح کے بعد میری نماز کے متعلق نازل ہوئی ہے: ''بے شک اللہ اور اس کے ملائکہ درود بھیجتے ہیں نبی پر، اے ایمان والو تم بھی درود وسلام بھیجو۔''[1]

تبصرہ: قارئین! مخالف کا استدلال اس جملہ سے ہے:

صلت عليه الملائكة والمهاجرون والأنصار فوجا فوجا
(جب رسول خدا کی روح قبض ہوئی تو ملائکہ، مہاجرین اور انصار نے جوق در جوق آنحضرت پر نماز پڑھی)

اور اس عموم میں خلفائے ثلاثہ اور دیگر صحابہ بھی آ گئے۔

چوتھی روایت:

شیخ طبرسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب سلیم سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[1] الکافی جلد ۱ ص ۴۵۱ رقم روایت ۳۷ طبع دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ایران۔

وفي رواية سليم بن قيس الهلالي عن سلمان الفارسي رضي الله عنه أنه قال: أتيت عليا عليه السلام وهو يغسل رسول الله صلى الله عليه وآله، وقد كان أوصى أن لا يغسله غير علي عليه السلام، وأخبر أنه لا يريد أن يقلب منه عضوا إلا قلب له، وقد قال أمير المؤمنين عليه السلام لرسول الله صلى الله عليه وآله: من يعينني على غسلك يا رسول الله؟ قال جبرئيل. فلما غسله وكفنه أدخلني وأدخل أبا ذر والمقداد وفاطمة وحسنا وحسينا عليهم السلام فتقدم وصففنا خلفه فصلى عليه وعائشة في الحجرة لا تعلم قد أخذ جبرئيل ببصرها ثم أدخل عشرة من المهاجرين وعشرة من الأنصار فيصلون ويخرجون، حتى لم يبق من المهاجرين والأنصار إلا صلى عليه

ترجمہ: سلیم روایت کرتے ہیں حضرت سلمان فارسی سے کہ سلمان کہتے ہیں کہ میں علی علیہ السلام کے پاس آیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو غسل دے رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو وصیت کی تھی کہ ان کو کوئی غسل نہ دے سوائے امیر المومنین علیہ السلام کے، اور رسول ﷺ نے مزید فرمایا تھا کہ ان کو دورانِ غسل مختلف اعضاء جسم کو پلٹنے کی ضرورت نہیں، جس عضو کو وہ پلٹنا چاہیں گے وہ ان کے لئے پلٹا دیا جائے گا۔ امیر علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ کے غسل میں میری مدد کون کرے

گا؟ رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا جبرائیل۔ چنانچہ جب امیر علیہ السلام غسل اور تکفین سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے مجھے، ابوذر، مقداد، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور آگے بڑھے، ہم صف بنائے ان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام نے رسول ﷺ پر نماز پڑھائی۔ عائشہ اس وقت حجرے میں موجود تھیں لیکن ان کو خبر ہی نہ ہوئی کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بینائی وقتی طور پر چھین لی تھی۔ پھر امیر علیہ السلام دس دس مہاجرین اور انصار کو اندر بلاتے اور وہ درود پڑھ کر چلے جاتے یہاں تک کوئی مہاجر اور انصار میں سے ایسا نہ تھا جس نے نماز نہ پڑھی ہو۔[1]

تبصرہ: قارئین! مخالف کا استدلال آخری جملہ سے ہے:

ثم أدخل عشرة من المهاجرين وعشرة من الأنصار فيصلون ويخرجون، حتى لم يبق من المهاجرين والأنصار إلا صلى عليه

(پھر امیر ع دس دس مہاجرین اور انصار کو اندر بلاتے اور وہ درود پڑھ کر چلے جاتے یہاں تک کوئی مہاجر اور انصار میں سے ایسا نہ

[1] الاحتجاج للطبرسی جلد ۱ ص ۱۰۳-۱۰۴ طبع منشورات شریف رضی اور کتاب سلیم بن قیس صفحہ ۱۴۳و۱۴۴۔

تھا جس نے نماز نہ پڑھی ہو)

یہاں مخالف یہ کہنا چاہتا ہے کہ مہاجرین اور انصار کے عموم کے تحت خلفائے ثلاثہ اور تمام صحابہ اس میں آ گئے۔ ناظرین یہ ان معترضین کا راس المال ہے، اب ہم جواب دیتے ہیں۔

جواب اول:

نماز جنازہ ایک ہی ہوئی تھی جو صرف اور صرف امیر المؤمنین علیہ السلام اور کچھ خواص نے انجام دی تھی۔ چنانچہ مولوی محمود احمد رضوی نے کتاب الاحتجاج سے جس روایت کو نقل کیا ہے اس کا صرف آخری حصہ لیا، اگر پہلا حصہ نقل کرتے تو حقیقت واضح ہو جاتی، چنانچہ اس روایت میں واضح الفاظ ہیں:

فلما غسله وكفنه أدخلني وأدخل أبا ذر والمقداد وفاطمة وحسنا وحسينا عليهم السلام فتقدم وصففنا خلفه فصلى عليه وعائشة في الحجرة لا تعلم قد أخذ جبرئيل ببصرها

ترجمہ: چنانچہ جب امیر علیہ السلام غسل اور تکفین سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے مجھے، ابوذر، مقداد، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور آگے بڑھے، ہم صف بنائے ان کے پیچھے کھڑے ہوئے اور امیر المومنین علیہ السلام نے رسول ﷺ پر نماز پڑھائی۔ حضرت عائشہ اس وقت حجرے میں موجود تھیں لیکن ان کو خبر ہی نہ ہوئی

کیونکہ جبرائیل علیہ السلام نے ان کی بینائی وقتی طور پر چھین لی تھی۔

قارئین! اس کے بعد مختلف صحابہ کو بلا کر تبریک کے طور پر موقع دیا گیا کہ وہ جنازہ میں درود پڑھیں۔ چنانچہ جو شرعی نماز جنازہ تھی وہ تو صرف کچھ مخصوص افراد نے پڑھی اور جب وہ پڑھ لی گئی تو بقیہ نے آکر صرف درود وسلام بھیجا اور واپس چلے گئے۔

جواب دوم:

قارئین! آپ دیکھ رہے ہیں کہ روایات میں عمومی اجمال سے کام لیا جارہا ہے اور اس میں کچھ جگہ پر تو بات بالکل بھی واضح نہیں ہے (یعنی بعضیت اور کلیت کا تعین نہیں، جیسے پہلی روایت میں صلت عليه الملائكة والمهاجرون والأنصار دوسری روایت میں حتى صلى عليه أهل المدينة وأهل العوالى.)، چنانچہ اس غیر واضح بات سے تو کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ قارئین کرام! ہم مثال دیتے ہیں کہ سقیفہ میں جب خلافت بانٹنے کا مرحلہ تھا تو اس وقت مہاجرین میں سے بقول اہلسنت کچھ ہی افراد گئے تھے (ابوبکر، عمر، ابوعبیدہ الجراح اور بعض روایات میں کچھ مزید تعداد بھی بتائی گئی لیکن یہ تعداد دس سے زیادہ نہ تھی) اور انصار میں سے بھی ایک خاص گروہ تھا، تمام انصار نہیں (انصار کی نمائندگی سعد بن عبادہ کر رہے تھے اور دیگر کچھ خزرجی و اوسی تھے، تمام انصار نہیں) لیکن اس کے باوجود جب بیعت ابوبکر کا سقیفہ میں ذکر ہے تو عبارت یوں وارد ہوئی:

وَبَايَعَهُ الْمُهَاجِرُونَ، ثُمَّ بَايَعَتْهُ الْأَنْصَارُ،

ابوبکر کی بیعت مہاجرین اور ان کے بعد انصار نے کی۔ [1]

قارئین! اس میں "المہاجرون اور الانصار" وارد ہوا ہے لیکن جب آپ سیاق کو دیکھیں تو اس سے مراد فقط وہ مہاجرین و انصار ہیں جو وہاں موجود تھے۔ چنانچہ ابن حجر کہتے ہیں:

فلما بايع عمر أبا بكر وبايعه من حضر من المهاجرين على ذلك

جب عمر نے ابوبکر کی بیعت کی تو وہاں جو مہاجرین موجود تھے انہوں نے بھی ابوبکر کی بیعت کی۔ [2]

چنانچہ یہ بات ثابت ہوئی کہ جن روایات میں مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا جارہا ہے وہاں اس سے تمام مہاجرین اور انصار مراد نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جو جنازہ نبوی ﷺ میں موجود تھے، اور جنہوں نے شرکت کرنا چاہی، اگرچہ ان کی تعداد جو بھی ہو۔ لیکن اس سے خلفائے ثلاثہ اور دیگر اہل سقیفہ کا شرکت کرنا کسی بھی طرح ثابت نہیں ہوتا ہے۔

جواب سوم:

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الحدود، رقم روایت ۶۸۳۰

[2] فتح الباری جلد ۱۲ ص ۱۵۹

قارئین! اوپر والا کلام تو قضیہ مہملہ کے عنوان سے تھا۔ لیکن جو کتاب الاحتجاج اور کتاب سلیم کی روایت ہے، اس میں ایک جملہ وارد ہوا جو مخالفین کی طرف سے دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا ہے:

حتی لم یبق من المهاجرين والأنصار إلا صلى عليه

ترجمہ: مہاجرین اور انصار میں سے کوئی باقی نہ بچا مگر اس نے نماز پڑھی۔

قارئین کرام! یہاں "ال" یعنی الف لام کس معنیٰ میں ہے؟ ہمارا ماننا ہے کہ اگر مخالف کے استدلال کو مانیں تو ماننا پڑے گا کہ "ال" یا الف لام بمعنی "استغراق" ہے، یعنی ان میں سے کوئی بھی فرد واحد ایسا نہ تھا جس نے نماز نہ پڑھی ہو، تو اگر یہ بات مانی جائے تو بیشک مخالفین کے دعویٰ کا اثبات ہوتا ہے۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ یہاں "استغراق" نہیں ہے، بلکہ "عہدیہ" ہے، یعنی جو مہاجرین و انصار وہاں موجود تھے اور جو نماز پڑھنا چاہتے تھے ان میں سے کوئی بھی باقی نہ بچا۔ آپ سب کا حق ہے کہ ہم سے دلیل طلب کریں، جواب میں کہا جائے گا کہ خالد بن سعید بن عاص جو شیعہ اور سنی دونوں کے نزدیک معتمد علیہ شخصیت ہے، اور مہاجرین میں سے ہیں۔ حتیٰ ذہبی نے ان کو سابقین اولین میں سے کہا ہے [1] اور ان کے بھائی ابان بن سعید بن عاص، یہ بھی بقول ذہبی قبل فتح مکہ مسلمان ہوئے (یوں ان کا شمار مہاجرین میں سے

[1] سیر اعلام النبلاء جلد ۱ ص ۲۶۰

ہوگا) [1]۔ چنانچہ ابن عبدالبر روایت نقل کرتے ہیں کہ خالد بن سعید اور ان کے دونوں بھائی ابان اور عمرو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مختلف مقامات پر مامور تھے جیسے خالد یمن، ابان بحرین اور عمرو تیما و خیبر اور قری عربیہ پر۔ جب رسول ﷺ کی وفات ہوئی تو یہ تینوں واپس آئے اور اس کے بعد ابوبکر نے ان کو وہیں قائم رکھا جہاں رسول ص نے رکھا ہوا تھا [2]۔

قارئین کرام! خالد اور ابان کا مہاجرین میں سے ہونا طے ہے، لیکن یہ بات بھی طے ہے کہ دونوں وفات نبوی ﷺ کے وقت مدینہ میں نہ تھے اور جنازہ میں شرکت نہ کر سکے۔ تو اگر مہاجرین میں تمام کو لیا جاتا تو خالد اور ابان دونوں کو شامل ہونا چاہئے تھا، لیکن ان کا عدم شمول بتا رہا ہے کہ یہاں تمام مہاجرین مراد نہیں۔

جواب چہارم:

قارئین! ایک روایت جو المناقب میں ہے وہ معاملہ کو بہت واضح کر دیتی ہے۔ یہ روایت دراصل ان تمام روایات میں تطبیق کرتی ہے جو اوپر سنی و شیعی مصادر سے نقل کی گئیں ہیں، الفاظ کچھ یوں ہیں:

قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلاَمُ : قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الصَّلاَةُ

[1] سیر اعلام النبلاء جلد ۱ ص ۲۶۱

[2] الاستیعاب جلد ۲ ص ۸ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

؛ عَلَيْهِ فَقَالَ عَلِيٌّ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ إِمَامٌ حَيّاً وَ مَيِّتاً فَدَخَلَ عَلَيْهِ عَشَرَةٌ عَشَرَةٌ فَصَلَّوْا عَلَيْهِ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَ لَيْلَةَ الثَّلَاثَاءِ حَتَّى الصَّبَاحِ وَ يَوْمَ الثَّلَاثَاءِ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ الْأَقْرِبَاءُ وَ الْخَوَاصُّ وَ لَمْ يَحْضُرْ أَهْلُ السَّقِيفَةِ وَ كَانَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنْفَذَ إِلَيْهِمْ بُرَيْدَةَ وَ إِنَّمَا تَمَّتْ بَيْعَتُهُمْ بَعْدَ دَفْنِهِ وَ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ يَقُولُ إِنَّمَا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ فِي الصَّلَاةِ عَلَيَّ بَعْدَ قَبْضِ اللَّهِ لِي إِنَّ اللَّهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ الْآيَةَ.

ترجمہ: امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں نے پوچھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمازہ جنازہ کیسی پڑھی جائے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیاتِ ظاہری اور موت کے بعد بھی ہمارے امام ہیں۔ یوں دس دس کی ٹولیوں میں لوگ جاتے اور ان پر نماز پڑھتے یہاں تک کہ پیر کا دن، شب منگل اور منگل کے دن ان تمام اوقات میں جنازہ پڑھا گیا، یہاں تک کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے رشتہ داروں، خاص چاہنے والوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ البتہ اہل سقیفہ نے جنازہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شرکت نہ کی اور امیر المومنین علیہ السلام نے ان کے پاس قاصد بھی بھجوایا، ان کی بیعت ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے بعد مکمل ہوئی۔ اور امیر المومنین علیہ السلام فرماتے تھے کہ یہ آیت (ان اللہ وملائکتہ۔۔۔الخ) میری روح جب قبض کر لی جائے

گی اس کے بعد کے عنوان سے نازل ہوئی۔ [1]

تبصرہ:

قارئین! یہ روایت واضح کرتی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے منعقد ہوئی تھی، اور جہاں "المهاجرين و الانصار" کا لفظ آیا ہے، تو ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک درجہ قربت رکھتے تھے اور اسی لیے وہ خلافت بانٹنے کے بجائے شریک غم میں تھے۔

جواب پنجم:

قارئین! الکافی کی جس روایت میں ابوبکر کا بقیع میں نماز پڑھ کر دفنانے کی بات ہے، تو یہاں اچھنبے کی بات کیا ہے۔ کیونکہ ہمارا دعویٰ یہ نہیں کہ ابوبکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت سے ہی سقیفہ میں تھے۔ نہیں نہیں، ہم یہ کہتے ہیں کہ پہلے ابوبکر مدینہ کے وسط میں ہی تھے، سقیفہ میں نہیں۔ پھر وہ وہاں پر عمر اور ابوعبیدہ کے ساتھ مل کر گئے، جب دو خاص لوگوں نے جو بقول عمر صالح و پاک کردار تھے، نے خبر دی، پھر یہ سقیفہ کی طرف نکلے ہیں۔

مسند احمد بسند صحیح پر عبارت یوں ہے:

[1] المناقب لابن شہر آشوب جلد ۱ ص ۲۹۶ و ۲۹۷ طبع دار الاضواء۔

فانطلقنا نؤمهم حتى لقينا رجلان صالحان، فذكرا لنا الذي صنع القوم فقالا : أين تريدون يا معشر المهاجرين ؟ فقلت : نريد إخواننا هؤلاء من الأنصار [1]

تو ابو بکر کا وقتی طور پر وہاں ہونا ہمارے خلاف نہیں۔

آخری تبصرہ:

قارئین آپ نے دیکھا کہ کس طرح ہم نے شروع میں مقدمہ کو رکھا، پھر دلائل دیئے کہ شیخین جنازہ نبوی علیہ السلام چھوڑ کر گئے تھے۔ پھر جن دلائل سے اہلسنت سہارا لیتے ہیں ان کے تاروبود کو بکھیر دیا۔ اگرچہ ہم سندی طور پر بعض روایات پر کلام کر سکتے تھے، لیکن ہم نے سمجھا کہ دلالت پر بحث کرنا زیادہ فائدہ مند ہے اور سند کے معاملہ سے اغماض کرنا چاہیے۔

[1] مسند احمد جلد۱ ص، ۳۳ طبع دار الحدیث

شہادت

سبط رسول علیہ السلام

امام حسن علیہ السلام کی شہادت جعدہ، معاویہ اور یزید کے ہاتھوں زہر کے ذریعہ؟

قارئین! اس باب میں ہم اس بات کا اثبات کریں گے کہ جعدہ بنت اشعث الکندیہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا اور اس کا پورا فائدہ معاویہ اور یزید نے اٹھایا۔ شروع میں ہم کچھ شیعہ حوالہ جات پیش کریں گے اور پھر اہلسنت حوالہ جات کو سامنے لائیں گے۔

امام صادق علیہ السلام اپنے اجداد اطہار علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں:

أن الحسن ع قال لأهل بيته إني أموت بالسم كما مات رسول الله ص قالوا و من يفعل ذلك قال امرأتي جعدة بنت الأشعث بن قيس فإن معاوية يدس إليها و يأمرها بذلك قالوا أخرجها من منزلك و باعدها من نفسك قال كيف أخرجها و لم تفعل بعد شيئا و لو أخرجتها ما قتلني غيرها و كان لها عذر عند الناس فما ذهبت الأيام حتى بعث إليها معاوية مالا جسيما و جعل يمنيها بأن يعطيها مائة ألف درهم أيضا و يزوجها من يزيد و حمل إليها شربة سم لتسقيها الحسن عليه السلام فانصرف إلى منزله و هو صائم فأخرجت وقت الإفطار و كان

يوما حارا شربة لبن و قد ألقت فيها ذلك السم فشربها و قال عدوة الله قتلتيني قتلك الله و الله لا تصيبين مني خلفا و لقد غرك و سخر منك و الله يخزيك و يخزيه فمكث ع يومان ثم مضى فغدر بها معاوية و لم يف لها بما عاهد عليه

ترجمہ: امام حسن علیہ السلام نے گھر والوں کو بلایا اور کہا کہ مجھے ویسے ہی زہر دیا جائے گا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کو زہر کون دے گا؟ امام حسن علیہ السلام نے جواب دیا کہ میری بیوی جعدہ بنت اشعث بن قیس دے گی، اور یہ زہر معاویہ اس کے پاس بھجوائے گا اور اس کو زہر دینے کا حکم دے گا۔ گھر والوں نے کہا کہ اس کو باہر نکال پھینکیں اور اپنے سے دور کیجئے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں کس طرح اس کو باہر نکال دوں جبکہ ابھی اس سے کوئی فعل سرزد نہیں ہوا۔ اگر آپ لوگ اس عورت کو نکالیں گے تب بھی اس کے علاوہ کوئی اور میرا قتل نہیں کرے گا، اور پھر اس کے پاس لوگوں کو بتانے کے لیے بہانہ ہو جائے گا۔ چنانچہ کچھ ہی دن گذرے تھے کہ معاویہ نے جعدہ کے پاس کافی زیادہ مال بھجوایا اور اس کو مزید ایک لاکھ درہم دینے اور یزید سے شادی کرنے کا وعدہ کیا۔ ساتھ ہی اس کے پاس وہ زہریلا مشروب بھجوایا جو امام حسن علیہ السلام کو دینا تھا۔ امام علیہ السلام واپس گھر آئے، آپ روزہ سے تھے۔ وہ دن شدید گرم تھا، اور جب وقت افطار آیا تو جعدہ دودھ لے کر آئی، اس میں زہر ملایا ہوا تھا۔ جب امام علیہ السلام نے پیا تو (تکلیف محسوس ہونے پر) کہا کہ اے دشمن خدا! تو نے مجھے قتل کر دیا؟ اللہ تجھے غارت کرے اور خدا کی قسم میرے بعد

توکسی سے بھی شادی نہیں کر پائے گی (جعدہ یزید سے شادی کرنا چاہتی تھی)، معاویہ نے تجھے دھوکہ دیا اور تیرے ساتھ کھلواڑ کیا۔ خدا تجھے رسوا کرے گا اور معاویہ کو بھی۔ چنانچہ امام علیہ السلام دو ہی دن زندہ رہ پائے اور پھر شہید ہو گئے۔ معاویہ نے جعدہ کے ساتھ دھوکہ کیا اور اپنے وعدہ و پیمان کو پورا نہیں کیا۔[1]

علامہ مجلسی بحارالانوار میں روضۃ الواعظین سے روایت نقل کرتے ہیں:

إِنَّ الْحَسَنَ ع قَالَ: لَقَدْ سُقِيتُ السَّمَّ مِرَاراً مَا سُقِيتُهُ مِثْلَ هَذِهِ الْمَرَّةِ لَقَدْ تَقَطَّعَتْ قِطْعَةً قِطْعَةً مِنْ كَبِدِي

ترجمہ: امام حسن علیہ السلام کہتے تھے کہ مجھے بارہا دفعہ زہر دیا گیا لیکن جیسا زہر اس دفعہ مجھے ملا ہے پہلے نہیں دیا گیا۔ میرا جگر اس زہر سے ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔[2]

یہی علامہ مجلسی کفایۃ الاثر کتاب سے ایک روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ جُنَادَةَ بْنِ أَبِي أُمَيَّةَ قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ ع فِي مَرَضِهِ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ طَسْتٌ يُقْذَفُ عَلَيْهِ الدَّمُ وَ يَخْرُجُ كَبِدُهُ قِطْعَةً قِطْعَةً مِنَ السَّمِّ الَّذِي أَسْقَاهُ مُعَاوِيَةُ «2» فَقُلْتُ يَا مَوْلَايَ مَا لَكَ لَا تُعَالِجُ نَفْسَكَ فَقَالَ يَا عَبْدَ اللَّهِ بِمَا ذَا أُعَالِجُ الْمَوْتَ قُلْتُ إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون

[1] بحارالانوار جلد ۴۴ ص ۱۵۸

[2] بحارالانوار جلد ۴۴ ص ۱۵۸

ترجمہ: راوی کہتا ہے کہ میں مرض وفات میں امام حسن علیہ السلام کے پاس ان سے ملنے آیا۔ آپ کے سامنے ایک تشتری تھی جس میں آپ خون اگلتے اور کبھی جگر کے ٹکڑے بھی اس میں آجاتے جو اس زہر کی وجہ سے تھے جو معاویہ نے دیا تھا۔ میں نے کہا اے میرے سردار! کیا ہوگیا ہے کہ آپ اپنا علاج نہیں کرواتے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ کے بندے! کیا میں موت کا علاج کرواؤں؟ اس پر میں نے إِنَّا لِلَّهِ پڑھا۔[1]

خلاصہ حوالہ جات:

قارئین! ان حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دینے والی ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث تھی، اور اس نے یہ زہر معاویہ کی ایماء پر دیا تھا۔

قارئین کرام! اس عنوان پر بہت سے حوالہ جات دیئے جا سکتے ہیں، لیکن ہم شیعہ کتب کے حوالوں سے آگے بڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس شہادت سے کس کو فائدہ ہوا تھا، اور کس نے اس معاملے میں کیا کردار ادا کیا۔

ابوداؤد اپنی سنن میں نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عُثْمَانَ بْنِ سَعِيدٍ الْحِمْصِيُّ حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ عَنْ

[1] بحارالانوار جلد ۴۴ ص ۱۳۹

بَحِيرٍ عَنْ خَالِدٍ قَالَ وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِيكَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الأَسْوَدِ وَرَجُلٌ مِنْ بَنِى أَسَدٍ مِنْ أَهْلِ قِنَّسْرِينَ إِلَى مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِى سُفْيَانَ فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً قَالَ لَهُ وَلِمَ لاَ أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فِي حِجْرِهِ فَقَالَ » هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ «. فَقَالَ الأَسَدِيُّ جَمْرَةٌ أَطْفَأَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ. قَالَ فَقَالَ الْمِقْدَامُ أَمَّا أَنَا فَلاَ أَبْرَحُ الْيَوْمَ حَتَّى أُغِيظَكَ وَأُسْمِعَكَ مَا تَكْرَهُ. ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاوِيَةُ إِنْ أَنَا صَدَقْتُ فَصَدِّقْنِى وَإِنْ أَنَا كَذَبْتُ فَكَذِّبْنِى قَالَ أَفْعَلُ. قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- يَنْهَى عَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَأَنْشُدُكَ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- نَهَى عَنْ لُبْسِ جُلُودِ السِّبَاعِ وَالرُّكُوبِ عَلَيْهَا قَالَ نَعَمْ. قَالَ فَوَاللَّهِ لَقَدْ رَأَيْتُ هَذَا كُلَّهُ فِي بَيْتِكَ يَا مُعَاوِيَةُ. فَقَالَ مُعَاوِيَةُ قَدْ عَلِمْتُ أَنِّي لَنْ أَنْجُوَ مِنْكَ يَا مِقْدَامُ قَالَ خَالِدٌ فَأَمَرَ لَهُ مُعَاوِيَةُ بِمَا لَمْ يَأْمُرْ لِصَاحِبَيْهِ وَفَرَضَ لاِبْنِهِ فِي الْمِائَتَيْنِ فَفَرَّقَهَا الْمِقْدَامُ فِي أَصْحَابِهِ قَالَ وَلَمْ يُعْطِ الأَسَدِيُّ أَحَدًا شَيْئًا مِمَّا أَخَذَ فَبَلَغَ ذَلِكَ مُعَاوِيَةَ

فَقَالَ أَمَّا الْمِقْدَامُ فَرَجُلٌ كَرِيمٌ بَسَطَ يَدَهُ وَأَمَّا الأَسَدِيُّ فَرَجُلٌ حَسَنُ الإِمْسَاكِ لِشَيْئِهِ.

خالد کہتے ہیں مقدام بن معدی کرب، عمرو بن اسود اور بنی اسد کے قنسرین کا رہنے والا ایک شخص معاویہ بن ابی سفیان کے پاس آئے۔ معاویہ نے مقدام سے کہا: کیا آپ کو خبر ہے کہ حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام کا انتقال ہوگیا؟ مقدام نے یہ سن کر » إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون « پڑھا، اس پر ان سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے کوئی مصیبت سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: میں اسے مصیبت کیوں نہ سمجھوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی گود میں بٹھایا، اور فرمایا: "یہ میرے مشابہ ہے، اور حسین علیہ السلام علی علیہ السلام کے"۔ یہ سن کر اسدی نے کہا: وہ علیہ السلام ایک انگارہ تھا جسے اللہ نے بجھا دیا۔ مقدام نے کہا: آج میں تمہیں ناپسندیدہ بات سنائے، اور ناراض کئے بغیر نہیں رہ سکتا، پھر انہوں نے کہا: معاویہ! اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا، اور اگر میں جھوٹ کہوں تو جھٹلا دینا، معاویہ بولے: میں ایسا ہی کروں گا۔ مقدام نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونا پہننے سے منع فرمایا

ہے؟ معاویہ نے کہا: ہاں، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشمی کپڑا پہننے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے، پھر کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں: کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ کہا: ہاں معلوم ہے۔ تو انہوں نے کہا: معاویہ! قسم اللہ کی، میں یہ ساری چیزیں آپ کے گھر میں دیکھ رہا ہوں؟ تو معاویہ نے کہا: مقدام! مجھے معلوم تھا کہ میں تمہاری نکتہ چینیوں سے بچ نہ سکوں گا۔ خالد کہتے ہیں: پھر معاویہ نے مقدام کو اتنا مال دینے کا حکم دیا جتنا ان کے اور دونوں ساتھیوں کو نہیں دیا تھا اور ان کے بیٹے کا حصہ دوسو والوں میں مقرر کیا، مقدام نے وہ سارا مال اپنے ساتھیوں میں بانٹ دیا، اسدی نے اپنے مال میں سے کسی کو کچھ نہ دیا، یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا: مقدام سخی آدمی ہیں جو اپنا ہاتھ کھلا رکھتے ہیں، اور اسدی اپنی چیزیں اچھی طرح روکنے والے آدمی ہیں۔ [1]

---

[1] بحار الانوار جلد ٤٤ ص ١٥٨

اس روایت کو البانی نے صحیح کہا ہے۔ [1] زبیر علی زئی نے اس کو حسن کہا ہے۔ [2] عصام موسیٰ ہادی نے صحیح کہا ہے۔ [3]

قارئین! اس روایت کا اہم جملہ جس میں آیا ہے

"فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَتَرَاهَا مُصِيبَةً"

ان سے ایک شخص نے کہا: کیا آپ اسے کوئی مصیبت سمجھتے ہیں؟

سوچنے کا مقام ہے کہ کتنا بدبخت انسان ہے جس نے امام حسن علیہ السلام کی مصیبت پر یہ بیان داغا کہ کیا یہ بھی مصیبت ہے۔ کیا اہلبیت علیہم السلام کے گھر کا چراغ شہید ہو جائے اور وہ جنت کے جوانوں کا سردار ہو، اس پر کسی مسلمان کی طرف سے یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ کیا یہ بھی مصیبت ہے؟

اب دیکھیے کہ وہ شخص کون تھا، آیئے مسند احمد کی روایت کو دیکھتے ہیں:

حَدَّثَنَا حَيْوَةُ بْنُ شُرَيْحٍ، حَدَّثَنَا بَقِيَّةُ، حَدَّثَنَا بَحِيرُ بْنُ سَعْدٍ، عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ، قَالَ: وَفَدَ الْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِي كَرِبَ وَعَمْرُو بْنُ الْأَسْوَدِ إِلَى مُعَاوِيَةَ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ لِلْمِقْدَامِ: أَعَلِمْتَ أَنَّ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ تُوُفِّيَ؟ فَرَجَّعَ الْمِقْدَامُ، فَقَالَ لَهُ مُعَاوِيَةُ: أَتُرَاهَا مُصِيبَةً؟ فَقَالَ: وَلِمَ لَا أَرَاهَا مُصِيبَةً وَقَدْ وَضَعَهُ

---

[1] صحیح سنن ابی داؤد جلد دوم صفحہ 526

[2] سنن ابوداؤد جلد چہارم صفحہ 193 طبع دار السلام

[3] سنن ابی داؤد صفحہ 848 طبع دار الصدیق

رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حِجْرِهِ، وَقَالَ: "هَذَا مِنِّي وَحُسَيْنٌ مِنْ عَلِيٍّ" [1]

حمزہ احمد الزین نے اس کو صحیح کہا ہے [2]

صاحبِ عون المعبود، سنن ابی داؤد کی اس روایت کی شرح میں ان الفاظ کے بارے میں فرماتے ہیں:

(أتعدها) وفي بعض النسخ أتراها أي أتعد يا أيها المقدام حادثة موت الحسن رضي الله تعالى عنه مصيبة والعجب كل العجب من معاوية فإنه ما عرف قدر أهل البيت حتى قال ما قال فإن موت الحسن بن علي رضي الله عنه من أعظم المصائب وجزى الله المقدام ورضي عنه فإنه ما سكت عن تكلم الحق حتى أظهره وهكذا شأن المؤمن الكامل المخلص

ترجمہ: اتعدھا اور بعض نسخوں میں اتراھا آیا ہے، یعنی اے مقدام کیا ہم اُس امام حسن علیہ السلام کی موت کے واقعہ کو مصیبت بھی تصور کریں؟ یہ بہت ہی عجیب بات معاویہ نے کی، اور بلاشبہ وہ اہلبیت کی قدر نہ جانتا تھا ورنہ ایسا نہ کہتا جو اس نے کہا، کیونکہ بتحقیق امام حسن علیہ السلام بن علی علیہ السلام کی وفات سب سے عظیم مصیبتوں میں

[1] مسند احمد بن حنبل، جلد 28 ص 428

[2] المسند جلد 13 صفحہ 295 طبع دار الحدیث قاہرہ

سے ایک ہے۔ اللہ تعالی جزا دے مقدام کو اور ان سے راضی ہو کہ بلاشبہ وہ حق گوئی میں خاموش نہ رہے، بلکہ اس کو بیان کیا اور یہی ایک مخلص اور کامل مومن کی شان کے لائق ہے۔ [1]

تبصرہ:

قارئین! اس صحیح واضح روایت سے ثابت ہوگیا کہ کون سی شخصیت (معاویہ بن ابی سفیان) امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر مطمئن اور خوش تھی اور اس کو مصیبت نہیں جانتی تھی۔

اسی طرح اہلسنت علماء ایک روایت کو نقل کرتے ہیں (ہم زمخشری کی کتاب ربیع الابرار سے نقل کررہے ہیں)

ولما مات وبلغه موته سمع تكبير من الخضراء، فكبر أهل الشام لذلك التكبير. وقالت فاختة بنت قرط لمعاوية: أقر الله عينك يا أمير المؤمنين، ما الذي كبرت له؟ قال: مات الحسن، قالت: أعلى موت ابن فاطمة تكبر؟ قال: والله ما كبرت شماتة لموته، ولكن استراح قلبي وصفت لي الخلافة. وكان ابن عباس بالشام، فدخل عليه وقال له يا ابن عباس هل تدري ما حدث في أهل بيتك؟ قال: لا أدري ما حدث إلا أني أراك مستبشراً ومن يطيف بك

[1] عون المعبود جلد ۱۱ ص ۱۲۸

وقد بلغني تكبيرك وسجودك. قال: مات الحسن. قال: إنا لله، رحم أبا محمد، ثلاثاً. ثم قال: والله يا معاوية أنه لا يسد جسده حفرتك، ولا يزيد يومه في عمرك، ولئن كنا أصبنا بالحسن لقد أصبنا بإمام المتقين، وخاتم النبيين. فسكن الله تلك العبرة، وجبر تلك المصيبة، وكان الله الخلف علينا من بعده.

ترجمہ: جب معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر پہنچی تو تکبیر کہی گئی اور اہل شام نے بھی اس کی موافقت میں تکبیر کہی، اس پر فاختہ بنت قرظہ معاویہ کے پاس آئی اور کہا، خدا آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک دے، کس چیز کی وجہ سے آپ نے تکبیر کہی۔ معاویہ نے جواب میں کہا کہ امام حسن علیہ السلام وفات پا چکے، تو فاختہ نے کہا کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فرزند کے قتل پر تکبیر کہی جائے گی؟ معاویہ نے کہا کہ میں از راہ خوشی نہیں کہہ رہا ہوں لیکن ہاں اب دل کو ٹھنڈک ملی ہے اور خلافت کا معاملہ آسان ہو گیا۔ ابن عباس ان ایام میں شام میں تھے، وہ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا، اے ابن عباس جانتے ہو کہ تمہارے گھر والوں کے ساتھ کیا ہوا؟ ابن عباس نے کہا میں نہیں جانتا، البتہ میں تمہیں اور تمہارے حاشیہ برداروں کو خوش دیکھتا ہوں اور تمہاری

تکبیر کے نعرہ اور سجدے کی مجھے خبر پہنچی ہے۔ معاویہ نے کہا کہ امام حسن علیہ السلام وفات پا گئے، ابن عباس نے کلمہ استرجاع پڑھا اور تین دفعہ امام حسن علیہ السلام کے لئے دعائے رحمت کی اور پھر کہا، اے معاویہ! امام حسن علیہ السلام کا جسم مبارک تجھے قبر میں جانے سے نہیں روکے گا اور نہ ان کی زندگی کا زیادہ ہونا تیری زندگی کو بڑھاتا۔ اگر ہمیں امام حسن علیہ السلام کی مصیبت جھیلنا پڑ رہی ہے تو ہم متقیوں کے امام اور خاتم النبیین رسول اللہ ﷺ کی مشکل بھی جھیل چکے ہیں، تو اللہ نے ان آنسوؤں کو روکا اور اس زخم مصیبت کو دور کیا، اور اللہ ہی ہمارا نگہبان ہے رسول ﷺ کے بعد۔ [1]

ابن عبد ربہ اپنی کتاب میں ابن عباس اور معاویہ کے مکالمہ کو یوں نقل کرتے ہیں:

ولما بلغ معاويةَ موتُ الحسن بن علي خر ساجداً لله، ثم أرسل إلى ابن عباس، وكان معه في الشام، فعزاه وهو مُستبشر، وقال له: ابن كم سنة مات أبو محمد؟ فقال له: سِنه كان يُسمع في قُريش، فالعجب من أن يجهله مثلُك! قال: بلغني أنه ترك أطفالاً صغاراً. قال: كُل ما كان صغيراً يَكبُر، وإن طِفْلَنَا لكَهْل، وإن صغيرَنا لكبير. ثم قال: مالي أراك يا

[1] تاریخ ابن خلکان جلد ۲ ص ۶۶-۶۷ طبع دار الصادر، ربیع الابرار جلد ۱ ص ۳۷۳-۳۷۴ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

معاویۃ مُستبشرا أبموت الحسن ابن علی؟ فواللہ لا ینسأ فی أجلك، ولا یَسُدّ حُفرتك، وما أقلّ بقاءك وبقاءنا بعده.

ترجمہ: جب معاویہ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ امام حسن علیہ السلام وفات پا گئے ہیں تو معاویہ سجدہ میں چلا گیا، پھر ابن عباس کو بلا بھیجا جو اس وقت شام میں تھے۔ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کی وفات کی تعزیت خوش ہوتے ہوئے دی اور پوچھا کہ امام حسن علیہ السلام کی وفات کے وقت عمر کیا تھی؟ ابن عباس نے کہا امام حسن علیہ السلام کی عمر تو قریش میں جانی پہچانی ہے عجیب بات ہے کہ تم جیسا نہیں جانتا۔ معاویہ نے کہا مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ چھوٹے بچوں کو چھوڑ کر گئے ہیں، اس پر ابن عباس نے کہا ہر چھوٹا بڑا ہو جاتا ہے، اور ہمارے بچے بھی ادھیڑ عمر اور چھوٹے بھی بڑے ہیں۔ ابن عباس مزید کہتے ہیں کہ اے معاویہ میں تجھے خوش کیوں دیکھ رہا ہوں؟ یاد رکھ خدا کی قسم تیری عمر میں اضافہ نہیں ہونے والا اور نہ تیری قبر چھپے گی، تیری اور ہماری عمر کتنی کم رہ گئی امام حسن علیہ السلام کی وفات کے بعد۔ [1]

---

[1] العقد الفرید جلد ۵ ص۱۱۰، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت۔

تبصرہ:

قارئین! اس سے ملتی جلتی روایات دیگر کتب اہلسنت میں بھی ہیں، جس میں معاویہ کا اظہار مسرت کرنا لکھا ہے۔ اور معاویہ کی ان حرکتوں ہی کی وجہ سے عمومی تاثر بھی یہی تھا کہ معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو شہید کروایا۔ طبرانی نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، قال: حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير، حدثنا يحيى بن أبي بكير، حدثنا شعبة، عن أبي بكر بن حفص، أن " سعدا والحسن بن علي رضي الله تعالى عنهما ماتا في زمن معاوية رضي الله تعالى عنه، فيرون أنه سمه "

ترجمہ: ابوبکر بن حفص کہتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور امام حسن علیہ السلام معاویہ کے زمانہ میں وفات پا گئے، پس لوگ سمجھتے تھے کہ معاویہ نے ان کو زہر دیا۔ [1]

تبصرہ:

قارئین: اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں اور اس زمانہ میں جو رائج عوامی نظریہ تھا، اس کی ترجمانی کی جارہی ہے کہ لوگ معاویہ کو قاتل جانتے تھے۔

ابن عبد البر کہتے ہیں:

وقال قتادة وأبو بكر أحمد بن حفص سم الحسن أحمد بن

---

[1] العقد الفرید جلد ۵ ص۱۱۰، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت۔

على سمته امرأته جعدة بنت الأشعث أحمد بن قيس الكندي وقالت طائفة كان ذلك منها بتدسيس معاوية إليها وما بذل لها من ذلك

ترجمہ: قتادہ اور ابوبکر بن حفص کہتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا گیا، جو امام علیہ السلام کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے دیا۔ ایک گروہ کا کہنا یہ ہے کہ معاویہ نے جعدہ کو زہر دینے کو کہا اور اس کے لئے مال بھی دیا تھا۔ [1]

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابوالفرج اصفہانی فرماتے ہیں:

ودس معاوية إليه حين أراد أن يعهد إلى يزيد بعده، وإلى سعد بن أبي وقاص سما فماتا منه في أيام متقاربة.

وكان الذي تولى ذلك من الحسن زوجته " جعدة " بنت الأشعث بن قيس لمال بذله لها معاوية.

ترجمہ: جب معاویہ نے اپنے بعد یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تو اُس نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا، اسی طرح سعد کو بھی زہر دیا۔ دونوں شخصیات کچھ ہی دنوں کے آس پاس انتقال کر گئیں۔ اور امام حسن علیہ السلام کو زہر دینے کے لئے معاویہ نے امام علیہ السلام کی بیوی جعدہ بنت اشعث کو چنا اور اس حوالہ سے جعدہ کو مال بھی انعام

[1] الاستیعاب جلد ۲ ص ٤٤٠ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

میں دیا گیا۔ [1]

ملا عبدالرحمان جامی کہتے ہیں:

ترجمہ: عام لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت امیر معاویہ رض کے کہنے پر آپ رضی اللہ عنہ کی بیوی جعدہ نے زہر دیا تھا۔ [2]

علامہ قلقشندی فرماتے ہیں:

ويقال إن معاوية لما بلغه موته سجد شكرا وقد قيل إن زوجته جعدة بنت الأشعث سمته فمات من حيث إن يزيد بن معاوية وعدها أن يتزوجها إن سمته ففعلت ولم يوف لها

ترجمہ: اور کہا گیا کہ جب معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر ملی تو اس نے سجدہ شکر کیا، یہ بھی کہا گیا کہ جعدہ بنت اشعث نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا جس کے نتیجہ میں آپ علیہ السلام کی وفات ہوئی، جبکہ یزید نے جعدہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ جب امام حسن علیہ السلام کو زہر دے دی گی تو یزید اس سے شادی کرے گا لیکن یزید نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا۔ [3]

محمد البری لکھتے ہیں:

[1] مقاتل الطالبین ص ۲۹ طبع دار الکتب الاسلامیہ بیروت۔
[2] شواہد النبوۃ ص ۳۰۳ تذکرہ امام حسن ع، ناشر مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔
[3] مآثر الانافۃ جلد ۱ ص ۱۰۶ و ۱۰۷ طبع عالم الکتب۔

ومات الحسن، رضی الله عنه، مسموما يقال إن امرأته " جعدة " بنت الأشعث بن قيس سمته. دس إليها معاوية أن تسمه. فإذا مات أعطاها أربعين ألفا، وزوجها من يزيد

ترجمہ: امام حسن علیہ السلام کو زہر سے قتل کیا اور کہا گیا کہ جعدہ بنت اشعث بن قیس نے زہر دیا، جو معاویہ نے خاص بھجوایا تھا۔ معاویہ نے جعدہ کو یہ دھوکا دیا کہ جب امام حسن علیہ السلام کا انتقال ہوگا تو معاویہ جعدہ کو چالیس ہزار دے گا اور یزید سے شادی کردے گا۔ [1]

علامہ مقدسی وفات امام حسن علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے نقل کرتے ہیں:

قال آخرون أن معاوية دس إلى جعدة بنت الأشعث بن قيس بأن تسم الحسن ويزوجها يزيد فسمته وقتلته

ترجمہ: ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ معاویہ نے جعدہ بنت اشعث کو کہا کہ اگر وہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دے گی تو معاویہ یزید سے اس کی شادی کرے گا تو جب جعدہ نے زہر دیا اور قتل کردیا۔۔۔الخ [2]

علامہ ابن دمشق باعونی کہتے ہیں:

---

[1] الجوهرة فی نسب النبی واصحابه العشرة جلد ۲ ص ۲۰۷-۲۰۶ طبع منشورات دار الرفاعی ریاض۔

[2] البدء والتاریخ جلد ٦ ص ٥ طبع مکتبة الثقافية

ومات رضی الله عنه مسموما ولم يقنعهم ترك الخلافة لهم (ورأوا حياته ثقيلا عليهم فسموه

ترجمہ: امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر مارا گیا اور ان لوگوں کو ترک خلافت سے بھی چین نہیں ملا اور یہ لوگ (یعنی اموی جن کا سرغنہ معاویہ تھا) امام حسن علیہ السلام کا زندہ رہنا بہت بھاری جانتے تھے تو انہوں نے امام علیہ السلام کو زہر دے دیا۔ [1]

علامہ ابوالحجاج اشعری قرطبی لکھتے ہیں:

ومات الحسن مسموما سمته زوجته بنت الأشعث الكندية دسه إليها معاوية.

ترجمہ: امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر مارا گیا، جو ان کی بیوی بنت اشعث الکندیہ نے دیا جو معاویہ نے بھجوایا تھا۔ [2]

علامہ خزرجی اپنی کتاب عیون الانبیاء فی طبقات الطباء میں لکھتے ہیں:

وفي تاريخ الطبري أن الحسن بن علي رضي الله عنهما مات مسموما في أيام معاوية وكان عند معاوية كما قيل دهاء فدس إلى جعدة بنت الأشعث بن قيس وكانت زوجة الحسن رضي الله عنه شربة وقال لها إن قتلت الحسن

---

[1] جواہر المطالب جلد ۲ ص ۲۰۷-۲۰۸، طبع مجمع احیاء الثقافة الاسلامیہ

[2] التعریف بالانساب والتنویہ بذوی الاحساب ص ٤٣ طبع دار المنار

زوجتك بيزيد، فلما توفي الحسن بعثت إلى معاوية تطلب قوله فقال لها في الجواب أنا أضن بيزيد

ترجمہ: تاریخ طبری میں ہے کہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دے کر مارا گیا معاویہ کے زمانہ میں۔ معاویہ نے اپنے پاس موجود زہر جعدہ کو بھجوایا، معاویہ نے کہا تھا کہ اگر تم نے امام حسن علیہ السلام کو مارا تو میں تمہاری شادی یزید سے کروں گا، چنانچہ جب امام حسن علیہ السلام کی وفات ہوگئی تو جعدہ نے معاویہ کے پاس کہلوا بھیجا کہ اپنا وعدہ پورا کرو، جس پر معاویہ نے جواب میں کہا کہ میں یزید کی زندگی کے بارے میں بخیل ہوں (یعنی تم جیسی سے اس کو بھی نہیں مروانا چاہتا)۔ [1]

علامہ سبط ابن جوزی الحنفی نے جب اقوال کو جمع کرنا شروع کیا تو لکھا:

سدی کے مطابق: یزید بن معاویہ کے حکم سے امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا گیا

شعبی کے مطابق: معاویہ نے امام حسن علیہ السلام کو زہر دلوایا تھا

ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے کہ معاویہ نے کافی دفعہ امام حسن علیہ السلام کو زہر دیا۔۔الخ [2]

[1] عیون الانباء فی طبقات الاطباء جلد ۱ ص ۱۷٤، ذکر ابن اثال، طبع دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت۔

[2] تذکرۃ الخواص ص ۲۱۱ و ۲۱۲ طبع مکتبۃ النینوی

علامہ نویری ایک شعر کی تشریح میں لکھتے ہیں:

وأن معاوية وعد زوجة الحسن جعدة بنت قيس الكندي بمائة ألف درهم، ويزوجها لابنه يزيد إن قتلت الحسن، ففعلت وسمته. ولما مات الحسن وفى لها بالمال وقال: حب حياة يزيد منعني تزويجه منك.

ترجمہ: معاویہ نے جعدہ بنت قیس الکندی سے، جو امام حسن علیہ السلام کی بیوی تھی، وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ امام حسن علیہ السلام کو قتل کرے گی تو اس کو ایک لاکھ درہم دے گا اور یزید سے شادی کروائے گا۔ جب اس نے زہر دیا اور امام حسن علیہ السلام شہید ہوئے تو معاویہ نے مالی وعدہ کو پورا کیا لیکن کہا یزید کی محبت اس بات میں رکاوٹ ہے کہ تم سے شادی کرواؤں۔ [1]

تبصرہ:

قارئین کرام! اتنے حوالہ جات اس بات کو بیان کرنے میں کافی ہیں کہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت سے کس کا فائدہ تھا، اور کون اس پر خوش تھا۔ ہم نے کچھ اقوال محض اصل دلیل کی تشریح میں پیش کئے ورنہ ہماری اصل دلیل سنن ابی داؤد کی روایت ہے۔ البتہ بعض علماء اہلسنت نے یزید پر ملبہ ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ یزید امام

[1] نہایۃ الارب فی فنون الادب جلد ٥ ص ۱۹۳ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

حسن علیہ السلام کو شہید کروانا چاہتا تھا (جیسے ابو الفدا نے اپنی تاریخ کی جلد ۱ ص ۱۸٤، ذکر تسلیم الحسن الامر الی معاویہ، پر یہ احتمال پیش کیا ہے۔ سیوطی نے اپنی تاریخ الخلفاء [1] میں لکھا ہے، شمس الحق عظیم آبادی اپنی کتاب عون المعبود [2] پر لکھا ہے۔ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب الصواعق المحرقہ [3] پر یہی لکھا ہے اور دیگر علماء اہلسنت نے بھی یہی بات لکھی ہے)، لیکن بہر حال ان دونوں باتوں میں تفاوت اور اختلاف نہیں ہے۔ یہ معاویہ اور یزید کی ملی بھگت تھی جو امام حسن علیہ السلام کی شہادت پر منتج ہوئی، خدا ظالموں سے انتقام لے، آمین!!!

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۲۳ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

[2] عون المعبود، جلد ۱۱ ص ۱۰۳، کتاب الباس، طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

[3] الصواعق المحرقہ ص ۲۱٦ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

جنازہ امام حسن علیہ السلام اور اموی سازش

اس باب میں بنو امیہ کی سازش کو بے نقاب کیا جائے گا، جس میں انہوں نے اہلبیت علیہم السلام کے مقدس فرد انور یعنی امام حسن علیہ السلام کے ساتھ برا سلوک کیا۔ بجا طور پر یہ تاریخ کا وہ سیاہ باب ہے جس پر جتنا افسوس کیا جائے وہ کم ہے۔ مخالفین کی دشمنانِ اہل بیت سے محبت کی شدت مختلف درجہ کی ہے۔ کچھ مخالفین میں کافی زیادہ غلو ہے، جو یہی ماننے کو تیار نہیں ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے جن لوگوں سے جمل اور صفین میں جنگ کی تھی وہ باطل تو دور کی بات، غلطی پر بھی ہیں۔ جبکہ کچھ لوگ ذرا بہتری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کم از کم امیر المؤمنین علیہ السلام کے مقابلہ پر آنے والے حضرات کو خطا کار کہہ ہی دیتے ہیں، لیکن پیوندِ اجتہاد ضرور کرتے ہیں، تا کہ اجتہادی خطا پر ایک اجر ان خطا کاروں کو دیا جا سکے۔ کچھ حضرات انصاف کے زینوں کے کچھ درجات کو طے کرتے ہوئے مزید اوپر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ واقعی ایک سنگین غلطی تھی جو مخالفینِ امیر المؤمنین علیہ السلام نے کی، لیکن یہ حضرات بعد میں تائب ہو گئے تھے اور تائب ہونے والا ایسا ہی ہے جیسے اس نے کوئی گناہ انجام ہی نہ دیا ہو۔ چنانچہ یہ مقولہ وہ جناب عائشہ بنت ابی بکر کے لئے خاص طور پر استعمال کرتے ہیں کہ جناب عائشہ کو

جنگ جمل کی بہت زیادہ پشیمانی تھی اور اس پر انہوں نے توبہ کی۔ لیکن ہمارا ماننا یہ ہے کہ توبہ کی اہم شرط گناہ کو دوبارہ نہ کرنے کا ارادہ ہے۔ جبکہ ہم بارہا جناب عائشہ بنت ابی بکر کے الفاظ و افعال سے ایسے اعمال دیکھتے ہیں جو ان کی منقول توبہ کے مخالف ہیں (اگر اس توبہ کے مفروضہ کو مان بھی لیا جائے) اور ان ہی میں سے ایک امام حسن علیہ السلام کے ساتھ ان کا سلوک ہے جو توبہ کے مفروضہ کو ختم کر دیتا ہے۔

آمدم برسر مطلب، ہم شیعی تراث سے پہلے کچھ روایات نقل کریں گے جو جناب عائشہ کے فعل پر دلالت کریں گی، کہ کس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں سبط نبی امام حسن علیہ السلام کو دفن نہ ہونے دیا۔ بلکہ شیعی تراث کے مطابق اس عمل کے لئے میدان عمل میں بھی آئیں، اور مشہور خچر پر سوار ہو کر جنازہ کو روکا، جس پر بنو ہاشم نے ان سے شدید اختلاف کیا۔ تفصیلات ملاحظہ ہوں:

1۔ شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ اس عنوان سے پورا باب قائم کرتے ہیں:

العلة التي من أجلها لم يدفن الحسن بن علي بن أبي طالب ع
مع رسول الله ص

ترجمہ:" وہ سبب جس کی بناء پر امام حسن علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو دفن نہ ہو سکے"

پھر اس کے ذیل میں روایت نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن الحسن رضي الله عنه قال: حدثنا الحسين بن الحسن ابن أبان، عن الحسين بن سعيد، عن النضر بن سويد، عن

هشام بن سالم، عن سليمان بن خالد، عن أبي عبد الله " ع " قال: إن الحسين بن علي " ع " أراد ان يدفن الحسن بن علي عليهما السلام مع رسول الله صلى الله عليه وآله وجمع جمعا فقال رجل سمع الحسن بن علي " ع " يقول: قول للحسين ألا يهرق في دما لولا ذلك ما انتهى الحسين " ع " حتى يدفنه مع رسول الله (صلى الله عليه وآله).

وقال أبو عبد الله " ع " أول امرأة ركبت البغل بعد رسول الله صلى الله عليه وآله عائشة جاءت إلى المسجد فمنعت ان يدفن الحسن بن علي مع رسول الله (صلى الله عليه وآله).

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا امام حسین علیہ السلام نے ارادہ فرمایا کہ امام حسن علیہ السلام کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کریں تو بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا کہ میں نے امام حسن علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنا آپ ابھی ابھی فرما رہے تھے کہ حسین علیہ السلام سے کہہ دو میرے لیے گشت خون نہ کرے اور اگر امام حسن علیہ السلام یہ نہ کہہ دیتے تو امام حسین علیہ السلام ان کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کئے بغیر نہ مانتے۔

نیز امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے پہلی عورت جو خچر پر سوار ہو کر آئی وہ حضرت عائشہ تھیں وہ خچر

پر سوار ہو کر آئیں اور انہوں نے امام حسن علیہ السلام کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے پہلو میں دفن کرنے سے منع کیا۔ (1)

2۔ شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

علي بن إبراهيم، عن أبيه، عن بكر بن صالح [قال الكليني] وعدة من أصحابنا، عن ابن زياد، عن محمد بن سليمان الديلمي، عن هارون بن الجهم، عن محمد ابن مسلم قال سمعت أبا جعفر عليه السلام يقول: لما حضر الحسن بن علي عليهما السلام الوفاة قال للحسين عليه السلام: يا أخي إني أوصيك بوصية فاحفظها، إذا أنا مت فهيئني ثم وجهني إلى رسول الله صلى الله عليه وآله لأحدث به عهدا ثم اصرفني إلى أمي عليها السلام ثم ردني فادفني بالبقيع، واعلم أنه سيصيبني من عائشة ما يعلم الله والناس صنيعها وعداوتها لله ولرسوله وعداوتها لنا أهل البيت، فلما قبض الحسن عليه السلام [و] وضع على السرير ثم انطلقوا به إلى مصلى رسول الله صلى الله عليه وآله الذي كان يصلي فيه على الجنائز فصلى عليه الحسين عليه السلام وحمل وادخل إلى المسجد فلما أوقف على قبر رسول الله صلى الله عليه وآله ذهب ذو العوينين إلى عائشة فقال لها: إنهم قد أقبلوا بالحسن ليدفنوا مع النبي صلى الله عليه

(1) علل الشرائع باب نمبر ۱۶۱ ص ۱۷۲ ناشر الکساء پبلشر کراچی

وآله فخرجت مبادرة على بغل بسرج - فكانت أول امرأة ركبت في الاسلام سرجا - فقالت نحوا ابنكم عن بيتي، فإنه لا يدفن في بيتي ويهتك على رسول الله حجابه. فقال لها الحسين عليه السلام: قديما هتكت أنت وأبوك حجاب رسول الله صلى الله عليه وآله وأدخلت عليه ببيته من لا يحب قربه، وإن الله سائلك عن ذلك يا عائشة.

ترجمہ: راوی کہتا ہے میں نے امام محمد باقر (علیہ السلام) سے سنا کہ جب امام حسن (علیہ السلام) کی وفات کا وقت آیا تو امام حسن (علیہ السلام) نے امام حسین (علیہ السلام) سے کہا، اے برادر! میں آپ کو تاکید سے وصیت کرتا ہوں کہ جب میرا انتقال ہو تو میرا جنازہ تیار کیجئے گا، اور میرا رخ قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کیجئے گا تاکہ ان سے اپنے عہد کو تازہ کروں۔ پھر میرا رخ والدہ گرامی کی قبر کی طرف کیجئے گا۔ پھر مجھے بقیع میں دفن کیجئے گا اور جان لیجئے کہ مجھے عائشہ کی طرف سے ایسی تکلیف پہنچے گی جسے اللہ بھی جانتا ہے اور (مومن) لوگ بھی اس کو سمجھتے ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہم اہلبیت (علیہم السلام) سے عداوت ہے۔ پس جب امام حسن (علیہ السلام) کا انتقال ہو گیا اور جنازہ تیار ہوا، تو ان کو مسجد نبوی میں اس مقام پر لے گئے جہاں

آنحضرت نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ امام حسین (علیہ السلام) نے نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد قبر رسول ﷺ کی طرف چلے تو ایک ابلیس صفت نے جا کر جناب عائشہ کو خبر کر دی کہ یہ لوگ امام حسن علیہ السلام کا جسد اطہر رسول اللہ ﷺ کے برابر میں دفن کرنے جا رہے ہیں۔ جناب عائشہ اس حالت میں باہر نکلیں کہ وہ ایک خچر کی زین پر سوار تھیں، یہ اسلام میں پہلی خاتون تھیں جس نے سب سے پہلے یہ کام کیا۔ کہنے لگیں کہ میرے گھر سے اپنے فرزند کو لے کر چلے جاؤ، میرے گھر میں یہ دفن نہیں ہو سکتا، کہ مبادا رسول اللہ ﷺ کا حجاب پامال ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے جواب میں کہا تم اور تمہارے باپ نے بہت قدیم سے رسول اللہ ﷺ کے حجاب کو پامال کیا ہے، تم نے اس گھر میں ان لوگوں کو داخل کیا ہے جن کی قربت بھی رسول اللہ ﷺ کو پسند نہ تھی۔ اے عائشہ، خدا ضرور تم سے تمہارے اس فعل پر سوال کرے گا۔ [1]

3۔ شیخ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

---

[1] الکافی جلد ۱ ص ۳۰۰، باب ال اشارۃ والنص علی الحسین بن علی علیہما السلام، حدیث نمبر ۱، طبع دار الکتب الاسلامیہ، ایران۔

وبهذا الاسناد، عن سهل، عن محمد بن سليمان، عن هارون بن الجهم، عن محمد بن مسلم قال: سمعت أبا جعفر عليه السلام يقول: لما احتضر الحسن بن علي عليهما السلام قال للحسين: يا أخي إني أوصيك بوصية فاحفظها، فإذا أنا مت فهيئني ثم وجهني إلى رسول الله صلى الله عليه السلم لأحدث به عهدا ثم اصرفني إلى أمي فاطمة عليها السلام ثم ردني فادفني بالبقيع، واعلم أنه سيصيبني من الحميراء ما يعلم الناس من صنيعها وعداوتها لله ولرسوله صلى الله عليه وآله وعداوتها لنا أهل البيت، فلما قبض الحسن عليه السلام [و] وضع على سريره فانطلقوا به إلى مصلى رسول الله صلى الله عليه وآله الذي كان يصلي فيه على الجنائز فصلى على الحسن عليه السلام فلما أن صلى عليه حمل فادخل المسجد، فلما أوقف على قبر رسول الله صلى الله عليه وآله بلغ عائشة الخبر وقيل لها: إنهم قد أقبلوا بالحسن بن علي ليدفن مع رسول الله فخرجت مبادرة على بغل بسرج - فكانت أول امرأة ركبت في الاسلام سرجا - فوقفت وقالت: نحوا ابنكم عن بيتي، فإنه لا يدفن فيه شيء ولا يهتك على رسول الله حجابه. فقال لها الحسين بن علي صلوات الله عليهما: قديما هتكت أنت وأبوك حجاب

رسول الله وأدخلت بيته من لا يحب رسول الله قربه، وإن الله سائلك عن ذلك يا عائشة، إن أخي أمرني أن أقربه من أبيه رسول الله صلى الله عليه وآله ليحدث به عهدا واعلمي أن أخي أعلم الناس بالله ورسوله وأعلم بتأويل كتابه من أن يهتك على رسول الله ستره، لان الله تبارك وتعالى يقول: " يا أيها الذين آمنوا لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم " وقد أدخلت أنت بيت رسول الله صلى الله عليه وآله الرجال بغير أذنه وقد قال الله عز وجل " يا أيها الذين آمنوا لا ترفعوا أصواتكم فوق صوت النبي " ولعمري لقد ضربت أنت لأبيك وفاروقه عند اذن رسول الله صلى الله عليه وآله المعاول، وقال الله عز وجل " إن الذين يغضون أصواتهم عند رسول الله أولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى " ولعمري لقد أدخل أبوك وفاروقه على رسول الله صلى الله عليه وآله بقربهما منه الأذى، وما رعيا من حقه ما أمرهما الله به على لسان رسول الله صلى الله عليه وآله، إن الله حرم من المؤمنين أمواتا ما حرم منهم أحياء، وتالله يا عائشة لو كان هذا الذي كرهتيه من دفن الحسن عند أبيه رسول الله صلوات الله عليهما جائزا فيما بيننا وبين الله لعلمت أنه سيدفن وإن رغم معطسك. قال: ثم تكلم محمد بن

الحنفية وقال: يا عائشة يوما على بغل، ويوما على جمل، فما تملكين نفسك ولا تملكين الأرض عداوة لبني هاشم. قال: فأقبلت عليه فقالت: يا ابن الحنفية هؤلاء الفواطم يتكلمون فما كلامك؟ فقال لها الحسين عليه السلام:

وأنى تبعدين محمدا من الفواطم. فوالله لقد ولدته ثلاث فواطم: فاطمة بنت عمران بن عائذ بن عمرو بن مخزوم، وفاطمة بنت أسد بن هاشم، وفاطمة بنت زائدة بن الأصم ابن رواحة بن حجر بن عبد معيص بن عامر، قال فقالت عائشة للحسين عليه السلام: نحوا ابنكم واذهبوا به فإنكم قوم خصمون. قال: فمضى الحسين عليه السلام إلى قبر أمه ثم أخرجه فدفنه بالبقيع.

ترجمہ: راوی کہتا ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا کہ جب امام حسن علیہ السلام کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا، اے میرے بھائی! میں آپ کو ایک وصیت کرتا ہوں اسے یاد رکھئے گا۔ پس جب میں وفات پا جاؤں تو میری تجہیز و تکفین کر کے رسول اللہ ﷺ کی قبر کی طرف میرا رخ کیجئے گا، تا کہ میں اپنا عہد ان سے تازہ کروں۔ پھر میرا رخ میری والدہ ماجدہ کی طرف کیجئے گا، پھر مجھ کو جنت

البقیع میں دفن کیجئے گا۔ یہ جان لیجئے کہ عائشہ سے مجھے وہ تکلیف پہنچے گی جسے آپ جانتے ہیں اور لوگ بھی جانتے ہیں۔ ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور ہم اہلبیت (علیہم السلام) سے عداوت ہے۔ جب امام حسن علیہ السلام کی روح قبض ہوئی اور ان کا جنازہ تیار ہوا، تو بنی ہاشم اس مقام پر گئے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔ پھر جنازہ کو قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے۔ کسی نے حضرت عائشہ کو خبر دی کہ بنی ہاشم حسن علیہ السلام بن علی (علیہ السلام) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر وہ زین کسے ہوئے خچر پر سوار ہو کر نکلیں۔ عورتوں میں ایسی سواری کرنے والی اسلام میں سب سے پہلی وہی خاتون تھیں۔ انھوں نے بنی ہاشم سے کہا کہ تم اپنے بیٹے کو میرے گھر سے لے جاؤ، یہاں وہ دفن نہیں ہوں گے کہ مبادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجاب پامال ہو۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا تم اور تمہارے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حجاب پامال کر چکے۔ اور جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست نہ رکھتے تھے، ان کو تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر داخل کیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق تم سے باز پرس کریگا۔ میرے بھائی کی یہ وصیت تھی وہ اپنے پدر بزرگوار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن ہوں، اور اپنے عہد کو ان سے پورا کریں۔ تم کو معلوم ہے کہ میرے بھائی اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے تھے، اور قرآن کی تاویل کے سب سے زیادہ معرفت رکھنے والے تھے۔ ان کے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان حجاب کیسا؟ اور اللہ فرماتا ہے کہ اے ایمان والو! نبی کے گھر میں داخل نہ ہو مگر ان کے اذن اور اجازت سے۔ اور تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذن لئے بغیر لوگوں کو گھر میں داخل کر دیا (یعنی ابوبکر وعمر کو دفن کرا دیا)۔ حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ اے ایمان والو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اونچی آواز نہ کرو۔ تم نے اپنے والد کو اور ان کے فاروق کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کر دیا، حالانکہ خدا فرماتا ہے جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سامنے نیچے رکھتے ہیں، وہی ہیں جن کے دلوں کا اللہ نے تقویٰ سے امتحان لے لیا ہے۔ تم نے ان دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کر دیا حالانکہ انھوں نے اس امر کی رعایت نہ کی جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے مردہ مومنین پر اس چیز کو جو حرام کی ہے زندوں پر۔ خدا کی قسم،

اے عائشہ! ، اگر اپنے والد (نانا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفنِ حسن (علیہ السلام) تمہیں برا معلوم ہورہا ہے، اگر اللہ تعالیٰ اور ہم میں ایک بات طے نہ ہوتی تو تم دیکھتیں کہ تمہاری مرضی کے خلاف وہ ضرور دفن کئے جاتے۔ پھر محمد حنفیہ نے کہا آپ ایک دن خچر پر سوار ہوئیں، ایک دن اونٹ پر۔ پس اب بھی بنی ہاشم کی دشمنی سے نہ اپنے نفس پر قابو حاصل کیا اور نہ اپنی جگہ ٹھہریں؟ یہ سن کر انھوں نے فرمایا۔ اے ابن حنفیہ یہ (امام حسین علیہ السلام) تو کئی فاطموں سے نسبت رکھتے ہیں، مگر تم کلام کرنے والے کون ہو؟ امام حسین (علیہ السلام) نے فرمایا تم محمد کو فواطم سے کیسے ہٹاتی ہو، واللہ ان کو بھی تین فاطموں نے پیدا کیا ہے۔ فاطمہ مخزومی زوجہ عبدالمطلب، فاطمہ بنت اسد مادر علی علیہ السلام، اور فاطمہ عامری نے۔ جناب عائشہ نے کہا تم اپنے بیٹے کو یہاں سے ہٹاؤ اور ان کو لے جاؤ، کیونکہ تم عداوت والے ہو۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا پس امام حسین علیہ السلام جنازے کو بقیع میں لے گئے اور وہاں دفن کر دیا۔ [1]

[1] الکافی جلد ۱ ص ۳۰۰، باب ال اشارۃ والنص علی الحسین بن علی علیہما السلام، حدیث نمبر ۱، طبع دار الکتب الاسلامیہ، ایران۔

4۔ شیخ طوسی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن محمد، قال: حدثنا أبو الحسن علي بن بلال المهلبي، قال: حدثنا مزاحم بن عبد الوارث بن عباد البصري بمصر، قال: حدثنا محمد بن زكريا الغلابي، قال: حدثنا العباس بن بكار، قال: حدثنا أبو بكر الهذلي، عن عكرمة، عن ابن عباس.

قال الغلابي: وحدثنا أحمد بن محمد الواسطي، قال: حدثنا محمد بن صالح ابن النطاح ومحمد بن الصلت الواسطي، قالا: حدثنا عمر بن يونس اليمامي، عن الكلبي، عن أبي صالح، عن ابن عباس.

قال: وحدثنا أبو عيسى عبيد الله بن الفضل الطائي، قال: حدثنا الحسين بن علي بن الحسين بن علي بن عمر بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب (عليهم السلام)، قال: حدثني محمد بن سلام الكوفي، قال: حدثنا أحمد بن محمد الواسطي، قال: حدثنا محمد بن صالح، ومحمد بن الصلت، قالا: حدثنا عمر بن يونس اليمامي، عن الكلبي، عن أبي صالح، عن ابن عباس،

قال: دخل الحسين بن علي (عليهما السلام) على أخيه الحسن بن علي (عليهما السلام) في مرضه الذي توفي فيه.

فقال له: كيف تجدك يا أخي؟ قال: أجدني في أول يوم من أيام الآخرة وآخر يوم من أيام الدنيا، واعلم أني لا

أسبق أجلي، وأني وارد على أبي وجدي (عليهما السلام)، على كره مني لفراقك وفراق إخوتك وفراق الأحبة، واستغفر الله من مقالتي هذه وأتوب إليه، بل على محبة مني للقاء رسول الله (صلى الله عليه وآله) وأمير المؤمنين علي بن أبي طالب (عليه السلام) ولقاء فاطمة وحمزة وجعفر (عليهم السلام)، وفي الله (عز وجل) خلف من كل هالك، وعزاء من كل مصيبة، ودرك من كل ما فات.

رأيت يا أخي كبدي آنفا في الطست، ولقد عرفت من دهاني، ومن أين أتيت، فما أنت صانع به يا أخي؟ فقال الحسين (عليه السلام): أقتله والله. ..... فإني أوصيك يا حسين بمن خلفت من أهلي وولدي وأهل بيتك، أن تصفح عن مسيئهم، وتقبل من محسنهم، وتكون لهم خلفا ووالدا، وأن تدفنني مع جدي رسول الله (صلى الله عليه وآله) فإني أحق به وببيته ممن أدخل بيته بغير إذنه ولا كتاب جاءهم من بعده. قال الله (تعالى) فيما أنزله على نبيه (صلى الله عديه وآله) في كتابه: " يا أيها الذ ين آمنوا لا تدخلوا بيوت النبي إلا أن يؤذن لكم " فوالله ما أذن لهم في الدخول عليه في حياته بغير إذنه، ولا جاءهم الاذن في ذلك من بعد وفاته، ونحن مأذون لنا في التصرف فيما ورثناه من بعده. فإن أبت عليك الامرأة فأنشدك بالقر

التي قرب الله (عز وجل) منك، والرحم الماسة من رسول الله (صلى الله عليه وآله) أن لا تهريق في محجمة (2) من دم حتى نلقى رسول الله (صلى الله عليه وآله) فنختصم إليه، ونخبر بما كان من الناس إلينا بعده". ثم قبض (عليه السلام).

قال ابن عباس: فدعاني الحسين (عليه السلام) وعبد الله بن جعفر وعلي بن عبد الله بن العباس فقال: اغسلوا ابن عمكم، فغسلناه وحنطناه وألبسناه أكفانه، ثم خرجنا به حتى صلينا عليه في المسجد، وإن الحسين (عليه السلام) أمر أن يفتح البيت، فحال دون ذلك مروان بن الحكم وآل أبي سفيان ومن حضر هناك من ولد عثمان بن عفان، وقالوا: أيدفن أمير المؤمنين عثمان الشهيد القتيل ظلما بالبقيع بشر مكان ويدفن الحسن مع رسول الله (صلى الله عليه وآله)! والله لا يكون ذلك أبدا حتى تكسر السيوف بيننا وتنقصف الرماح وينفد النبل.

فقال الحسين (عليه السلام): أما والله الذي حرم مكة للحسن بن علي بن فاطمة أحق برسول الله وببيته ممن أدخل بيته بغير إذنه، وهو والله أحق به من حمال الخطايا، مسير أبي ذر (رحمه الله)، الفاعل بعمار ما فعل، وبعبد الله ما صنع، الحامي الحمى، المؤوي لطريد رسول الله (صلى الله عليه وآله)، لكنكم صرتم بعده الامراء، وبايعكم على ذلك الأعداء وأبناء

الأعداء.

قال: فحملناه، فأتينا به قبر أمه فاطمة (عليها السلام) فدفناه إلى جنبها (رضي الله عنه وأرضاه).

قال ابن عباس: وكنت أول من انصرف فسمعت اللغط وخفت أن يعجل الحسين (عليه السلام) على من قد أقبل، ورأيت شخصا علمت الشر فيه، فأقبلت مبادرا فإذا أنا بعائشة في أربعين راكبا على بغل مرحل تقدمهم وتأمرهم بالقتال، فلما رأتني قالت: إلي إلي يا بن عباس، لقد اجترأتم علي في الدنيا تؤذونني مرة بعد أخرى، تريدون أن تدخلوا بيتي من لا أهوى ولا أحب.

فقلت: وا سوأتاه! يوم على بغل، ويوم على جمل، تريدين أن تطفئي فيه نور الله، وتقاتلي أولياء الله، وتحولي بين رسول الله (صلى الله عليه وآله) وبين حبيبه أن يدفن معه، ارجعي فقد كفى الله (تعالى) المؤنة، ودفن الحسن إلى جنب أمه، فلم يزدد من الله (تعالى) إلا قربا، وما ازددتم منه والله إلا بعدا. يا سوأتاه! انصرفي فقد رأيت ما سرك.

قال: فقطبت في وجهي، ونادت بأعلى صوتها: أما نسيتم الجمل يا بن عباس، إنكم لذوو أحقاد. فقلت: أما والله ما نسيه أهل السماء، فكيف ينساه أهل الأرض؟! فانصرفت

ترجمہ: ابن عباس کہتے ہیں کہ جس مرض میں امام حسن علیہ السلام کی

وفات ہوئی، اسی میں امام حسین علیہ السلام اپنے بھائی سے ملنے آئے اور پوچھا اے بھائی، کیسا محسوس کررہے ہیں۔ حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خود کو آخرت کے دنوں میں سے پہلا اور دنیا کے دنوں میں سے آخری دن میں پایا۔ اور یاد رکھئے کہ میں اپنی مدت سے پہلے وفات نہیں پارہا ہوں، اور بلاشک میں اپنے والد اور نانا جان کی طرف پلٹوں گا، درحالآنکہ آپ سے اور دیگر بھائیوں اور پیاروں سے جدا ہونا میرے لئے مشکل ہے۔ لیکن میں اس بات کے باوجود خدا کے دریائے مغفرت سے متصل اور اس کی طرف پلٹتا ہوں، اور اس محبت کو قابل اعتناء سمجھتا ہوں جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیر المومنین علیہ السلام، فاطمہ زہرا علیہا السلام، حمزہ علیہ السلام اور جعفر علیہ السلام سے ملے گی۔ اور ہر جانے والے کے پیچھے، اور ہر مصیبت زدہ کی عزا اور ہر کھو جانے والے کے دل کے لئے مرہم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

اے میرے بھائی! میں نے متعدد بار اپنے کلیجہ کو طشت میں دیکھا، اور جس نے مجھے (یہ) تکلیف دی میں اسے جانتا ہوں اور مجھے معلوم ہے وہ (زہر) کہاں سے آیا۔ تو اے میرے بھائی (حسین علیہ السلام) آپ اس کے ساتھ کیا کریں گے، امام

حسین علیہ السلام نے جواب دیا، اللہ کی قسم میں اسے قتل کر دوں گا۔۔۔(روایت آگے بڑھتی ہے جس میں امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی کو وصیت شروع کرتے ہیں اور شہادتین کی گواہی اور خدا کی توحید کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں) اے حسین علیہ السلام! میں آپ کو وصیت کرتا ہوں اپنی بیویوں، بچوں اور گھر والوں کے حوالے سے، کہ آپ ان کی غلطیوں سے درگزر کیجئے گا اور ان کی اچھائیوں کو قابلِ اعتناء سمجھیے گا۔ اور آپ ان کے رکھوالے اور والد کی طرح رہیئے گا۔ اور مجھے میرے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دفن کیجیئے گا، کیونکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قربت کا زیادہ حقدار ہوں اور اس گھر کا بھی زیادہ حقدار ہوں جس میں ان لوگوں کو جگہ دی گئی جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی اجازت نامہ نہیں لکھا تھا۔ خدا اس کتاب میں، جو اس نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کی، فرماتا ہے: اے ایمان والو! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں بغیر اجازت کے داخل نہ ہو۔ خدا کی قسم ان لوگوں کو نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حین حیات گھر میں آنے کی اجازت تھی اور نہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اجازت تھی۔۔ ہم وہ لوگ ہیں جن کو اجازت ہے

کہ اس حجرے (جہاں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن ہیں) میں تصرف کریں، کیونکہ ہم نے اس کو وراثت میں پایا۔ اور اگر وہ خاتون (یعنی جناب عائشہ) منع کرے تو میں آپ کو خدا کی عطا کردہ قربت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو اتصال رحم ہے، اس کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ ایک قطرہ بھی خون نہ بہایئے گا، یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملیں اور پھر اپنا مقدمہ ان کے سامنے پیش کریں اور ان کو بتائیں کہ لوگوں نے ہمارے ساتھ ان کے بعد کیسا سلوک کیا ہے۔ اس کے بعد امام حسن علیہ السلام کا انتقال ہو گیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر امام حسین علیہ السلام نے مجھے، عبداللہ بن جعفر، علی بن عبداللہ بن عباس کو بلایا اور کہا کے اپنے چچازاد (یعنی امام حسن علیہ السلام) کو غسل دو چنانچہ ہم نے غسل، حنوط اور کفنانے میں مدد کی، پھر ہم نکلے اور ہم نے مسجد نبوی میں نماز پڑھی۔ امام حسین علیہ السلام نے حکم دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے کو کھولا جائے تو دریں اثناء مروان بن حکم، آل ابی سفیان اور عثمان بن عفان کی اولاد درمیان میں حائل ہو گئے اور کہنے لگے کہ امیر المومنین عثمان بن عفان تو بقیع میں اتنی بری جگہ دفن ہوں اور

حسن علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ، خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوسکتا جب تک کہ تلواریں ٹوٹ نہ جائیں، تیر اور نیزے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار نہ ہوں۔ امام حسین علیہ السلام نے کہا اس ذات پاک کی قسم جس نے مکہ کو حرام بنایا، امام حسن علیہ السلام جو فرزند علی مرتضی اور فاطمہ زہرا علیہا السلام ہیں زیادہ حقدار ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس حجرے کے، بہ نسبت ان لوگوں کے جو بغیر اجازت اس حجرے میں دفنائے گئے۔ خدا کی قسم امام حسن علیہ السلام دفن ہونے کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت غلطیوں کا مجسم جس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ملک بدر کیا، حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم کیا، اقربا پرور، اس شخص کو پناہ دینے والا جس کو رسول االلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکال باہر کیا (یعنی حکم بن العاص جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے نکال دیا تھا) لیکن حکومت تم لوگوں کے پاس آگئی اور اس بات پر دشمنوں اور ان کی اولادوں نے تمہاری بیعت کرلی۔ چنانچہ ہم یہ جنازہ لے چلتے ہیں اور ان کی والدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا (یہاں احتمال فاطمہ بنت اسد بھی وارد ہوسکتا ہے) کے برابر میں دفن کردیتے ہیں، چنانچہ ایسی ہی ہوا کہ ہم نے ان کو وہاں دفن کیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں سب سے پہلے پلٹنے والوں میں سے تھا، کہ ناگاہ میں نے چیخ پکار سنی، اور ڈر محسوس کیا کہ کہیں امام حسین علیہ السلام اس شخص سے نبرد آزما نہ ہوجائیں جو آرہا ہے۔ میں نے ایسے شخص کو دیکھا جو شر پھیلانے میں ماہر تھا تو واپس پلٹا۔ پھر دیکھا کہ عائشہ چالیس سواروں کے ساتھ ایک زین شدہ خچر پر سوار ہیں اور ان کو آگے بڑھنے اور جنگ کرنے کا کہتی ہیں۔ اور جب عائشہ نے مجھے دیکھا تو کہا ادھر آؤ اے ابن عباس۔ تم لوگوں نے کتنی مرتبہ اس دنیا میں مجھے اذیت اور تکلیف دی۔ تم لوگ ایسے شخص کو میرے حجرے میں لانا چاہتے ہو جس کو میں پسند نہیں کرتی۔ ابن عباس جواب میں کہتے ہیں ہائے رے فضیحت۔۔۔ کبھی آپ خچر پر سوار اور کبھی اونٹ پر سوار (جنگ جمل کی طرف اشارہ) اور آپ چاہتی ہیں کہ خدائی نور کو بجھادیں۔ خدا کے پیاروں سے جنگ کرنا چاہتی ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے پیارے کے درمیان حائل ہونا چاہتی ہیں، کہ وہ ادھر دفن نہ ہوجائیں۔ آپ واپس جائیں!!! خدا کافی ہے۔ یوں امام حسن علیہ السلام کو ان کی والدہ سلام اللہ علیہا کے برابر میں دفن کیا گیا اور یہ خدا سے امام حسن علیہ السلام کی قربت میں

محض اضافہ ہے۔اور تم لوگوں کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا سے دوری میں محض اضافہ ہے، ہائے رے فضیحت۔۔۔ واپس جائیں۔ چنانچہ اس گفتگو کے بعد جناب عائشہ نے اظہار غصہ کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا، اے ابن عباس! تم لوگ ابھی تک جنگ جمل کو نہ بھولے، تم لوگ نفرت رکھنے والے ہو۔تو ابن عباس نے کہا کہ جب آسمان والے نہیں بھولے تو زمین والے کیسے بھولیں؟ پس وہ واپس چلی گئیں۔ [1]

4۔ علامہ ابن شہر آشوب رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَأَقْبَلَتْ عَائِشَةُ فِي أَرْبَعِينَ رَاكِباً عَلَى بَغْلٍ مُرَحَّلٍ وَهِيَ تَقُولُ مَا لِي وَ لَكُمْ تُرِيدُونَ أَنْ تُدْخِلُوا بَيْتِي مَنْ لَا أَهْوَى وَ لَا أُحِبُّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ بَعْدَ كَلَامٍ تَجَمَّلْتِ وَ تَبَغَّلْتِ وَ لَوْ عِشْتِ تَفَيَّلْتِ.

ابن عباس کہتے ہیں کہ عائشہ چالیس سواروں کے ساتھ ایک خچر، جو زین شدہ تھا، آئیں اور کہتی تھیں کہ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ایک ایسے شخص کو میرے گھر میں دفنانا چاہتے ہو جس کو میں پسند نہیں کرتی ہوں۔تو ابن عباس نے جب یہ بات سنی تو کہا کہ

[1] الامالی للطوسی ص ۱۵۸ سے ۱۶۱

کبھی تم اونٹ پر سوار ہوتی ہو اور کبھی خچر پر اور اگر زندہ رہیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہوگی۔ [1]

5۔ علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی عیون المعجزات سے نقل کرتے ہیں کہ کس طرح امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کی گفتگو ہوتی ہے، پھر وصیت امام حسن علیہ السلام کا ذکر کیا جاتا ہے جس میں خون بہانے سے بچنے کا حکم دیا جاتا ہے، روایت ملاحظہ کریں:

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ شَأْنِهِ وَ حَمَلَهُ لِيَدْفِنَهُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ص رَكِبَ مَرْوَانُ بْنُ الْحَكَمِ طَرِيدِ رَسُولِ اللَّهِ ص بَغْلَةً وَ أَتَى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّ الْحُسَيْنَ يُرِيدُ أَنْ يَدْفِنَ أَخَاهُ الْحَسَنَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ اللَّهِ إِنْ دُفِنَ مَعَهُ لَيَذْهَبَنَّ فَخْرُ أَبِيكَ وَ صَاحِبِهِ عُمَرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ قَالَتْ فَمَا أَصْنَعُ يَا مَرْوَانُ قَالَ الْحَقِي بِهِ وَ امْنَعِيهِ مِنْ أَنْ يُدْفَنَ مَعَهُ قَالَتْ وَ كَيْفَ أَلْحَقُهُ قَالَ ارْكَبِي بَغْلَتِي هَذِهِ فَنَزَلَ عَنْ بَغْلَتِهِ وَ رَكِبَتْهَا وَ كَانَتْ تَؤُزُّ النَّاسَ وَ بَنِي أُمَيَّةَ عَلَى الْحُسَيْنِ ع وَ تُحَرِّضُهُمْ عَلَى مَنْعِهِ مِمَّا هَمَّ بِهِ فَلَمَّا قَرُبَتْ مِنْ قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ ص وَ كَانَ قَدْ وَصَلَتْ جَنَازَةُ الْحَسَنِ فَرَمَتْ بِنَفْسِهَا عَنِ الْبَغْلَةِ وَ قَالَتْ وَ اللَّهِ لَا يُدْفَنُ الْحَسَنُ هَاهُنَا أَبَداً أَوْ تُجَزَّ هَذِهِ وَ أَوْمَتْ بِيَدِهَا إِلَى شَعْرِهَا فَأَرَادَ بَنُو هَاشِمٍ

[1] المناقب لابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۴۵

الْمُجَادَلَةَ فَقَالَ الْحُسَيْنُ ع اللَّهَ اللَّهَ لَا تُضَيِّعُوا وَصِيَّةَ أَخِي وَ اعْدِلُوا بِهِ إِلَى الْبَقِيعِ فَإِنَّهُ أَقْسَمَ عَلَيَّ إِنْ أَنَا مُنِعْتُ مِنْ دَفْنِهِ مَعَ جَدِّهِ ص أَنْ لَا أُخَاصِمَ فِيهِ أَحَداً وَ أَنْ أَدْفِنَهُ بِالْبَقِيعِ مَعَ أُمِّهِ ع فَعَدَلُوا بِهِ وَ دَفَنُوهُ بِالْبَقِيعِ مَعَهَا ع فَقَامَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَ قَالَ يَا حُمَيْرَاءُ لَيْسَ يَوْمُنَا مِنْكِ بِوَاحِدٍ يَوْمٌ عَلَى الْجَمَلِ وَ يَوْمٌ عَلَى الْبَغْلَةِ أَمَا كَفَاكِ أَنْ يُقَالَ يَوْمُ الْجَمَلِ حَتَّى يُقَالَ يَوْمُ الْبَغْلِ يَوْمٌ عَلَى هَذَا وَ يَوْمٌ عَلَى هَذَا بَارِزَةً عَنْ حِجَابِ رَسُولِ اللَّهِ ص تُرِيدِينَ إِطْفَاءَ نُورِ اللَّهِ- وَ اللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ- إِنَّا لِلَّهِ وَ إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ فَقَالَتْ لَهُ إِلَيْكَ عَنِّي وَ أُفٍّ لَكَ وَ لِقَوْمِكَ

جب امام حسن علیہ السلام کا جنازہ تیار ہو گیا اور ان کو رسول اللہ ﷺ کے برابر دفنانے کا مرحلہ آیا تو مروان بن حکم، جس کو رسول ﷺ نے مدینہ سے نکال باہر کیا تھا، خچر پر سوار ہوا اور حضرت عائشہ کے پاس آ کر کہا کہ اے ام المومنین، حسین علیہ السلام چاہتا ہے کہ اپنے بھائی حسن علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے برابر میں دفن کرے۔ خدا کی قسم اگر وہ دفن ہو گیا تو آپ کے والد گرامی اور ان کے ساتھی عمر کے لئے جو فخر ہے وہ قیامت تک کے لیے چلا جائے گا۔ حضرت عائشہ نے پوچھا اے مروان میں

کیا کروں، مروان نے کہا کہ آپ خود جائیں اور ان کو منع کریں کہ حسن علیہ السلام ادھر دفن نہ کئے جائیں۔ جناب عائشہ نے کہا کہ کس طرح سے جاؤں؟ مروان بولا کہ میرے خچر پر سوار ہوں۔ مروان اترا اور عائشہ سوار ہوئیں۔ اسی دوران دیگر لوگ اور بنو امیہ بھی امام حسین علیہ السلام کو منع کر رہے تھے۔ جب عائشہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کے قریب پہنچیں اور جنازہ امام حسن علیہ السلام بھی وہاں پہنچ گیا تھا تو انہوں نے اپنے آپ کو خچر سے اتارا اور کہا خدا کی قسم حسن علیہ السلام ادھر کبھی بھی دفن نہیں ہوں گے ورنہ میں اپنے بال کھول دوں گی۔ بنو ہاشم نے چاہا کہ وہ مقابلہ پر آئیں لیکن امام حسین علیہ السلام نے فرمایا میرے بھائی کی وصیت کو ضائع مت کرو اور جنازہ کو بقیع لے چلو، کیونکہ امام حسن علیہ السلام نے مجھے قسم دی تھی کہ اگر رسول ﷺ کے جوار میں دفنانے سے منع کیا جائے تو مجھے والدہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ بقیع میں دفن کر دیا جائے۔ بنو ہاشم نے امام علیہ السلام کو بقیع میں والدہ علیہا السلام کے ساتھ دفن کیا پھر ابن عباس کھڑے ہوئے اور کہا اے حمیراء! یہ پہلی مرتبہ ایسا نہیں ہوا تم کبھی اونٹ پر سوار ہوتی ہو اور کبھی خچر پر، کیا جمل کا معرکہ کافی نہ تھا کہ تم چاہتی ہو کہ اب خچر والا معرکہ بھی یاد کیا

جائے۔تم حجاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پامال کرتے ہوئے خدائی نور کو بجھانا چاہتی ہو، جب کہ اللہ تعالی اپنے نور کو مکمل کرے گا، چاہے مشرکین کو برا لگے۔ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور وہیں پلٹنا ہے۔ جناب عائشہ نے جواب دیا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ اور افسوس ہو تم پر اور تمہارے قبیلہ پر۔ [1]

نتائج از روایات:

قارئین! آپ نے ان تمام روایات کو ملاحظہ کیا، ان میں درج ذیل نتائج دیکھے جاسکتے ہیں:

1۔امام حسن علیہ السلام کا وصیت کرنا کہ جدامجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر میں دفن کیا جائے۔

2۔امام حسن علیہ السلام کا کہنا کہ اگر خون خرابہ کا مرحلہ نظر آنے لگے تو رخ موڑ کر بقیع میں دفن کرنا۔

3۔امام حسین علیہ السلام کا نانا کی قبر کے پاس لے کر جانا اور وہاں پر بنو امیہ اور ان کے خوشہ چینوں کا مزاحمت کرنا۔

4۔اس اموی سازش میں جناب عائشہ بنت ابی بکر کا شریک کار ہونا اور امام

---

[1] بحار الانوار جلد ٤٤ ص ١٤١

حسن علیہ السلام کو دفن ہونے سے منع کرنا۔

5۔شیعی روایات کے مطابق عائشہ خود خچر پر سوار ہوئیں اور آ کر روکنا چاہا جس پر ابن عباس اور محمد بن حنفیہ نے عائشہ سے مکالمہ کیا اور اتمام حجت کی۔

تبصرہ: قارئین! اب ہم اپنی توجہات کو اہلسنت روایات کی طرف موڑتے ہیں اور بہت سی چیزوں کا اثبات اہلسنت کتب سے کریں گے۔

1۔بلاذری اپنی کتاب میں روایت نقل کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الدُّورِيُّ الْمُقْرِءُ عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبَّادٍ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ:

قَالَ الْحَسَنُ- حِينَ حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ-: [ادْفِنُونِي عِنْدَ قَبْرِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلا أَنْ تَخَافُوا أَنْ يَكُونَ فِي ذَلِكَ شَرٌّ، فَإِنْ خِفْتُمُ الشَّرَّ فَادْفِنُونِي عِنْدَ أمي].

وتوفى (الحسن) فَلَمَّا أَرَادُوا دَفْنَهُ أَبَى ذَلِكَ مَرْوَانُ، وَقَالَ: لا يدفن (مع النبى!!! أيدفن) عثمان فى حش كوكب ويدفن الحسن هاهنا؟!! فاجتمع بنو هاشم وَبَنُو أُمَيَّةَ، فَأَعَانَ هَؤُلاءِ قَوْمٌ وَهَؤُلاءِ قَوْمٌ، فجاؤا بالسلاح فقال أبو هريرة المروان: يَا مَرْوَانُ أَتَمْنَعُ الْحَسَنَ أَنْ يُدْفَنَ فِي هَذَا الْمَوْضِعِ؟ وَقَدْ سَمِعْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [يَقُولُ لَهُ وَلأَخِيهِ حُسَيْنٍ: هُمَا سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ.] فَقَالَ مَرْوَانُ: دَعْنَا عَنْكَ، لَقَدْ ضَاعَ حَدِيثُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ لا يَحْفَظُهُ غَيْرُكَ

وَغَيْرُ أَبِي سَعِيدٍ الخدری وانما أَسْلَمْتَ أَيَّامَ خَيْبَرَ!!! قَالَ: صَدَقْتَ أَسْلَمْتُ أَيَّامَ خيبر، ولكنى لَزِمْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلِمَ أكن أفارقه و كنت أسأله وعنيت (ظ) بِذَلِكَ حَتَّى عَلِمْتُ وَعَرَفْتُ مَنْ أَحَبَّ وَمَنْ أَبْغَضَ، وَمَنْ قَرَّبَ وَمَنْ أَبْعَدَ، وَمَنْ أَقَرَّ وَمَنْ نَفَى، وَمَنْ دَعَا لَهُ وَمَنْ لَعَنَهُ!!!

فَلَمَّا رَأَتْ عَائِشَةُ السِّلاحَ وَالرِّجَالَ، وَخَافَتْ أَنْ يَعْظُمَ الشَّرُّ بَيْنَهُمْ وَتُسْفَكَ الدِّمَاءُ قَالَتْ: الْبَيْتُ بَيْتِي وَلا آذَنُ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ أَحَدٌ!!! فقال مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ لأَخِيهِ: يَا أَخِي إِنَّهُ لَوْ أَوْصَى أَنْ يُدْفَنَ لَدَفَنَّاهُ أَوْ نَمُوتُ قَبْلَ ذَلِكَ!!! وَلَكِنَّهُ قَدِ اسْتَثْنَى فَقَالَ: إِلا أَنْ تَخَافُوا الشَّرَّ فَأَيُّ شَرٍّ أَشَدُّ مِمَّا تَرَى؟!!! فَدُفِنَ بِالْبَقِيعِ إِلَى جَنْبِ أُمِّهِ.

عروۃ بن زبیر کہتا ہے کہ،

جب حسن (علیہ السلام) کی شہادت کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس دفن کرنا، اگر تمہیں خوف نہ ہو کہ اس میں کوئی فساد ہوگا۔ جب فساد کا خوف ہو تو مجھے میری اماں جان کے پہلو میں دفن کر دینا۔ جب حسن (علیہ السلام) شہادت پا گئے، لوگوں نے ان کو (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں) دفنانا چاہا، تو مروان بن حکم نے جنازے کو روکا اور کہا حسن (علیہ السلام) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلو میں دفن نہیں کئے جا سکتے۔

عثمان حش کوکب (یہودیوں کے قبرستان) میں دفن ہیں، اور حسن (علیہ السلام) یہاں دفن کیسے جائیں؟! پس بنو ہاشم اور بنو امیہ جمع ہوئے اور دونوں آپس میں جھگڑنے لگے اور ہتھیار اٹھا لائے۔

ابو ہریرہ نے مروان سے کہا: اے مروان! کیا تو حسن (علیہ السلام) کو روکتا ہے کہ وہ یہاں دفن کیے جائیں؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے، وہ ان (حسن علیہ السلام) کے اور ان کے بھائی حسین (علیہ السلام) کے بارے میں فرماتے تھے کہ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ مروان نے کہا: چھوڑیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ضائع ہو جاتی اگر آپ اور ابو سعید خدری رض کے علاوہ اسے کوئی محفوظ نہ رکھتا، آپ نے خیبر کے زمانے میں اسلام قبول کیا ہے۔ ابو ہریرہ نے کہا: تو سچ کہتا ہے کہ میں نے خیبر کے زمانے میں اسلام قبول کیا، لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہا اور میں برابر انہی کے ساتھ رہا ان سے پوچھتا تھا اور میں ان کے پیچھے لگا رہتا تھا، یہاں تک کہ میں جان لیتا تھا۔ کوئی سوال پوچھتا اسی پر توجہ دیتا۔ میں جانتا تھا اس کو جس سے آپ محبت کرتے یا جس سے آپ بغض رکھتے تھے، جو آپؐ سے قریب ہوتا یا جو آپؐ سے دور ہوتا، جو آپؐ کی بات مانتا یا جو آپؐ

کی بات کو منع کرتا، جس کے لیے آپؐ دعا کرتے یا جس پر آپؐ لعنت کرتے، سب کو میں جانتا ہوں۔ جب حضرت عائشہ نے ہتھیار اور مردوں کو اس حالت میں دیکھا تو اُن کو ڈر ہوا کہ کہیں شر بڑھ نہ جائے اور خون بہنے لگے تو فرمایا: یہ میرا گھر ہے، اس میں کسی کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دوں گی۔ لہذا محمد بن علی (ابن حنفیہ) نے اپنے بھائی (حسین علیہ السلام) سے کہا: اے بھائی! اگر انہوں نے (حسن علیہ السلام نے) وصیت کی ہوتی کہ انہیں وہیں دفن کیا جائے گا تو ہم ضرور دفن کرتے یا دفن کرنے سے پہلے مر جاتے، لیکن انہوں نے اس کا استثناء کیا تھا کہ الا یہ کہ تمہیں برائی کا ڈر ہو، لہذا اس سے زیادہ برائی کون سی ہوسکتی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر انہیں البقیع میں ان کی ماں (سلام اللہ علیہا) کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔[1]

تبصرہ: قارئین! اس روایت کی سند بالکل مضبوط اور صحیح ہے۔

1۔ حفص بن عمر الدوری: یہ امام قرات ہے اور اس کے بارے میں ذہبی کہتا ہے کہ یہ عالم کبیر اور قارئین کے امام تھے[2]

---

[1] انساب الاشراف جلد ۳ ص ۶۰ سے ۶۲ رقم روایت ۷۱

[2] سیر اعلام النبلاء جلد ۱۱ ص ۵۴۱

2۔ عباد بن عباد: یہ بھی زبردست ثقہ ہے اور اس کے بارے میں ذہبی کہتا ہے کہ یہ حافظ حدیث اور ثقہ تھے[1]

3۔ ہشام بن عروہ: ان کی توثیق سابقہ صفحات نقل کی جا چکی ہے

4۔ عروہ بن زبیر: ان کی توثیق بھی سابقہ صفحات میں نقل کی گئی۔

2۔ ابن حبان نقل کرتا ہے:

ثُمَّ أمر الْحُسَيْن أَن يحفر لَهُ فِي بَيت علي وَفَاطِمَة فَبلغ ذَلِك بني أُمَيَّة فَأَقْبلُوا وَعَلَيْهِم السِّلَاح وَقَالُوا وَالله لَا نتَّخذ الْقُبُور مَسَاجِد فَنَادَى الْحُسَيْن فِي بني هَاشم فَأَقْبلُوا بِالسِّلَاح ثُمَّ ذكر الْحُسَيْن قَول أَخِيه لَا ترفعن فِي ذَلِك صَوتا فحفر لَهُ بِالْبَقِيعِ وَدفن هُنَاكَ عَلَيْهِ السَّلَام فِي أحسن مقَام

پھر حسین (علیہ السلام) نے حکم دیا کہ بیت علوی و فاطمی میں قبر امام حسن علیہ السلام کھودی جائے، جب بنو امیہ کو پتا چلا تو وہ وہاں اسلحہ سمیت آئے اور کہا کہ ہم قبروں کو مساجد بننے نہیں دیں گے۔ امام حسین علیہ السلام نے بنو ہاشم سے کہا کہ وہ بھی اسلحہ سمیت مقاومت کریں، لیکن پھر اپنے بھائی کی وصیت یاد آئی کہ اپنی آواز کو اونچا نہ کریں، تو پھر بقیع میں قبر بنائی اور وہاں حسن علیہ السلام کو دفن کیا گیا۔[2]

---

[1] سیر اعلام النبلاء جلد ۸ ص ۲۹۵

[2] الثقات لابن جلد ۳ ص ۶۸

3۔ ابوالفداء لکھتا ہے:

وكان الحسن قد أوصى أن يدفن عند جده رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما توفي أرادوا ذلك، وكان على المدينة مروان بن الحكم من قبل معاوية، فمنع من ذلك، وكاد يقع بين بني أمية وبين بني هاشم بسبب ذلك فتنة. فقالت عائشة رضي الله عنها: البيت بيتي ولا آذن أن يدفن فيه. فدفن بالبقيع، ولما بلغ معاوية موت الحسن خر ساجداً.

امام حسن علیہ السلام کی وصیت تھی کہ ان کو نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر میں دفن کیا جائے، چنانچہ جب ان کی وفات ہوئی تو بنو ہاشم نے ان کی وصیت پر عمل کی کوشش کی ۔ اس وقت معاویہ کی جانب سے مروان بن حکم گورنرِ مدینہ تھا۔ اس نے مزاحمت کی اور عین ممکن تھا کہ بنوامیہ اور بنو ہاشم میں مسلح جھڑپیں ہو جاتیں، تو اس موقع پر جناب عائشہ نے کہا کہ یہ حجرہ میری ملکیت ہے اور میں اس میں کسی کو دفن ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ لہذا امام حسن علیہ السلام کو بقیع میں دفن کیا گیا اور جب معاویہ کو امام حسن علیہ السلام کی وفات کی خبر پہنچی تو سجدہ ریز ہوا۔ [1]

٤۔ ابن عبدالبر قرطبی لکھتا ہے:

[1] المختصر فی اخبار البشر جلد ۱ ص ۱۸۳ طبع قدیم

لما مات الحسن أرادوا أن يدفنوه في بيت رسول الله صلى الله عليه وسلم، فأبت ذلك عائشة وركبت بغلة وجمعت الناس، فقال لها ابن عباس: كأنك أردت أن يقال: يوم البغلة كما قيل يوم الجمل؟! قالت: رحمك الله، ذاك يوم نسي. قال: لا يوم أذكر منه على الدهر.

جب امام حسن علیہ السلام کا انتقال ہوا تو وارثین نے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے میں دفن کرنا چاہا۔ حضرت عائشہ نے انکار کیا اور خچر پر سوار ہو کر آئیں۔ لوگ جمع ہو گئے تو ابن عباس نے کہا کہ شاید تم چاہتی ہو کہ جس طرح معرکہ جمل مشہور ہے تو اسی طرح معرکہ بغل یعنی خچر والی جنگ بھی مشہور ہو جائے۔ حضرت عائشہ نے کہا خدا تم پر رحم کرے اس معرکہ کو یوم نسی کہنا چاہئے (یعنی بھولنے والا دن)۔ ابن عباس نے جواب میں کہا کہ کوئی دن مجھے اس سے زیادہ یاد نہیں ہے۔ [1]

٥۔ ابن عساکر روایت کرتا ہے:

عن عباد بن عبد الله بن الزبير، قال: سمعت عائشة تقول يومئذ هذا الأمر لا يكون أبدا!! يدفن ببقيع الغرقد ولا يكون لهم رابعا! والله إنه لبيتي أعطانيه رسول الله صلى الله

[1] بهجة المجالس جلد ۱ ص ۱۰۰ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت۔

عليه وسلم في حياته وما دفن فيه عمر وهو خليفة إلا بأمري

عباد بن عبداللہ بن زبیر کہتا ہے کہ میں نے حضرت عائشہ کو کہتے سنا (جس دن امام حسن علیہ السلام کے جنازے کے بارے میں اختلاف واقع ہوا) کہ (امام علیہ السلام کا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر میں دفنانا ممکن ہی نہیں، بلکہ بقیع غرقد میں دفن کرنا چاہیے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی چوتھا نہ ہوگا (ابوبکر اور عمر اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملا کر تین ہوئے)۔ خدا کی قسم یہ میرا گھر ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اپنی حیات میں دیا تھا، اور عمر کا دفن ہونا بھی جو خلیفہ تھے میرے حکم سے تھا۔ [1]

۶۔ ابن سعد روایت نقل کرتا ہے:

قال: أخبرنا يحيى بن حماد. قال: حدثنا أبو عوانة. عن حصين. عن أبي حازم. [قال: لما حضر الحسن. قال للحسين: ادفنوني عند أبي- يعني النبي ص- إلا أن تخافوا الدماء. فإن خفتم الدماء فلا تهريقوا في دما. ادفنوني عند مقابر المسلمين. قال:] فلما قبض تسلح الحسين وجميع مواليه. فقال له أبو هريرة: أنشدك الله ووصية أخيك فإن القوم لن يدعوك حتى يكون بينكم دما. قال: فلم يزل به حتى

[1] تاریخ دمشق جلد ۱۳ ص ۲۹۳ طبع دار الفکر

رجع. قال: ثم دفنوه في بقيع الغرقد. فقال أبو هريرة: أرأيتم لو جيء بابن موسى ليدفن مع أبيه فمنع أكانوا قد ظلموه؟ قال: فقالوا: نعم. قال: فهذا ابن نبي الله قد جيء به ليدفن مع أبيه

أبو حازم سلمان الأشجعی فرماتے ہیں:

جب امام حسن علیہ السلام کی شہادت کا وقت قریب ہوا، تو امام حسن علیہ السلام نے حسین علیہ السلام سے وصیت فرمائی: میرے بھائی مجھے میرے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس دفن کیجئے گا، مگر یہ کہ آپ کو خون ریزی کا اندیشہ ہو۔ اگر ایسا ہو تو خون نہ بہایئے گا، اور مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ چنانچہ جب امام حسن علیہ السلام کی روح قبض ہوگئی تو امام حسین علیہ السلام اور آپ کے تمام موالیوں نے اسلحہ اٹھایا۔ اس پر ابو ہریرہ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا: میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں اور تمہارے بھائی (حسنؑ) کی وصیت یاد دلاتا ہوں! اس لیے کہ لوگ آپ کو نہیں چھوڑیں گے یہاں تک کہ تمہارے درمیان خون بہے گا۔ چنانچہ وہ برابر آپ کے ساتھ لگے رہے یہاں تک کہ آپ واپس آ گئے۔ پھر لوگوں نے انہیں بقیع غرقد میں دفن کیا۔ ابو ہریرہ نے کہا: لہذا بتلاؤ کہ اگر موسیٰ (علیہ السلام) کا بیٹا لایا جائے تا کہ اُسے اُس کے باپ کے ساتھ دفن کیا جائے پھر اُسے منع کر دیا جائے

(کہ نہیں دفن کرنا ہے) کیا اس پر لوگوں نے ظلم نہیں کیا؟ لوگوں نے کہا: ہاں (یہ ظلم ہے) تو ابوہریرہ نے فرمایا: یہ اللہ کے نبی کا بیٹا ہے جسے لایا گیا تھا تاکہ وہ اپنے باپ کے ساتھ دفن ہو۔[1]

نتائج از روایات:

قارئین! ہم اہلسنت روایات اور اقوال سے درج ذیل نتائج دیکھ سکتے ہیں:

1۔ امام حسن علیہ السلام کی وصیت تھی کہ نانا کے برابر میں دفن ہوں۔

2۔ کسی شورش اور فتنہ کے نتیجہ میں حکم امام حسن علیہ السلام تھا کہ ان کو بقیع دفن کیا جائے۔

3۔ مروان اور بنوامیہ سمیت متعدد حضرات نے مسلح طور پر چاہا کہ امام حسن علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ کے پاس دفن ہونے سے روکا جائے۔

4۔ ابوہریرہ کہتے ہیں کہ ایسی نوبت آ گئی تھی کہ بنوہاشم نے بھی اسلحہ اٹھایا۔ پھر ابوہریرہ بہترین مثال سے سمجھاتے ہیں کہ بیٹے کو اپنے باپ کے برابر میں دفن ہونے کا حق ہے، لیکن ہائے رے ظلم کہ اس حق سے سبط اکبر علیہ السلام کو محروم رکھا گیا۔

5۔ حضرت عائشہ نے بھی خچر پر سوار ہو کر دفن حسن علیہ السلام میں رکاوٹ ڈالی، اور اس پر ابن عباس نے ان کو تنبیہ بھی کی۔

6۔ حضرت عائشہ کا کہنا تھا کہ جہاں رسول ﷺ دفن ہیں یہ میرا حجرہ ہے، اور

[1] الطبقات الکبری الطبقۃ الخامسۃ من الصحابۃ ج۱ ص، ۴۰۳ رقم ۲۹۹ ط. مکتبۃ الصدیق

میں مالک ہوں اس امر کی کہ کون یہاں دفن ہو۔ چنانچہ میں امام حسن علیہ السلام کو دفن ہونے نہیں دوں گی۔

ہم چھٹی بات پر کافی بڑا مضمون لکھ سکتے ہیں اور اس کو کذب ہی تعبیر کریں گے۔

لیکن سردست ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حجرے رسول ﷺ ہی کے تھے۔ اگر بیویوں کے ہوتے تو ان کے ورثاء کو نسل در نسل ملتے۔ لیکن تحقیق یہ کہتی ہے کہ جتنی ازواج کا انتقال ہوا، کسی کے ورثاء میں ان کے حجرے تقسیم نہ ہوئے۔ خود حضرت عائشہ کا انتقال جب دور معاویہ میں ہوا تو اس وقت نہ حضرت عائشہ کے ورثاء اور نہ خود معاویہ نے تقسیم کے عمل کو شروع کیا، بلکہ وہ حجرے مسجد سے ملحق کر دیئے گئے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس حجرے کو، جہاں آپ دفن ہیں، اپنا گھر (بیتی) قرار دیا، چنانچہ صحیح بخاری[1] میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ

(جو میرے گھر اور منبر کے درمیان جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے)۔

تو ہم سمجھتے ہیں کہ چھٹا نکتہ ایک جھوٹ سے زیادہ کچھ نہیں تھا۔

[1] صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکۃ والمدینۃ، رقم روایت ۱۱۹۶

خلاصہ باب:

قارئین! اس باب میں ہم اس بحث کو لائے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط اکبر علیہ السلام کے ساتھ کس طرح بنوامیہ نے برا سلوک کیا، یعنی زندگی میں بھی تکالیف دیں اور بعد بھی کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں ان کو دفن ہونے سے روکا، جب کہ امام حسن علیہ السلام اپنے نانا کی شریعت سے زیادہ واقف تھے۔ اگر وہ سمجھتے تھے کہ ان کا دفن ہونا جائز ہے تو میں سمجھتا ہوں اہلسنت برادران کو بھی تسلیم کر لینا چاہئے۔ جب کہ شیعی نظریہ کے تحت آپ علیہ السلام ورثاء رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے تھے اور یوں آپ کا فعل بالکل حق تھا۔ لیکن یہ مظلومیت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ کو چھوڑ دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط اکبر علیہ السلام کے جنازے پر جنگ کی نوبت لائی گئی، اور اس کو پامال کیا گیا۔ کیا یہی اجر رسالت اس امت نے دیا؟

اختتامیہ

قارئین! ہمارا رسالہ پایہ تکمیل تک پہنچا اور ان الفاظ کو لکھتے ہوئے ایک عجیب سا احساسِ مظلومیت ان بزرگواروں علیہم السلام کے بارے ذہن سے گزرا، کہ کس طرح سے امت نے ان کے ساتھ یہ بدسلوکیاں کیں اور اس کے باوجود یہ گھرانہ ہدایت اور رشد کا کام برابر انجام دیتا رہا، وامظلوماہ۔ بہرحال یہ وہی گھرانہ ہے جن کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے نظر آتے ہیں

أنا حرب لمن حاربكم وسلم لمن سالمكم.

(اے اہلبیت۔ میری جنگ اس سے جس سے تمہاری جنگ اور میری صلح اس سے جس سے تمہاری صلح) [1]

اور کبھی امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام کے لئے کہتے نظر آتے ہیں:

من أحبَّهما فقد أحبَّني، و من أبغضَهما فقد أبغضَني

(جس نے ان دونوں سے محبت کی گویا اس نے مجھ سے محبت کی

---

[1] صحیح ابن حبان جلد ۱۵ ص ۴۳۳-۴۳۴

اور جس نے ان دونوں سے بغض کیا تو گویا اس نے مجھ سے کیا[1]

لیکن کیا کیا مصائب ان حضرات نے امت میں موجود دشمنوں سے اٹھائے۔ سوچئے؛ صرف باب شہادت میں ایک رسالہ زیور تحریر میں آ گیا، اگر ان کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کو دیکھا جائے اور جو ان پر ظلم روا رکھا گیا اس پر بات کی جائے تو کئی جلدیں درکار ہوں گی۔ بہر حال انصاف رکھنے والوں سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ان حقائق پر غور کریں اور اس سفینہ سے منسلک ہو جائیں جس کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات کا ضامن قرار دیا، یعنی محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کشتی ہے۔ خدایا ہمارا اختتام بھی ایمان پر قرار دے، آمین۔

[1] صحیح سنن ابن ماجہ، رقم روایت ۱۴۳

عرض ناشر

الحمد للہ، ہمارا ایک اور وعدہ پورا ہوا۔ ادارہ کی دوسری کاوش آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ تیسری کتاب "اجوبة المسائل الازهرية حول مصادر التشريع عند الامامية" جو کہ تحریفِ قرآن کے مسئلہ پر مخالفین کے اعتراضات اور خدشات کا جواب لیے ہوئے ہے، تکمیل کے آخری مراحل سے گزر رہی ہے۔ کتاب نہایت عمدہ انداز میں لکھی گئی ہے، اور برادر محترم مولانا ابو عماد حیدری حفظہ اللہ کے ترجمہ نے کتاب کی معنویت کو بخوبی برقرار رکھا ہے۔ ادارہ کی آئیندہ آنے والی کتب بھی تحقیقی مواد کے اعتبار سے اپنے قارئین کی توقعات پر پورا اتریں گی، ان شاء اللہ